ولله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا (القرآن)

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج فرض کیا جو وہاں تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں

سلسلہ اسلامیہ

نمبر ۲

حج

جس میں

حج کی فلاسفی اور اس کے ارکان بروئے قرآن و حدیث درج کئے گئے ہیں

مرتبہ

مولنا مصطفیٰ خاں صاحب مرحوم

جس کو

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

www.aaiil.org

طبع اوّل سنہ ۱۹۲۰ء ایک ہزار

طبع ثانی سنہ ۱۹۶۱ء " "

قیمت

مطبوعہ

اشرف پریس۔ ایبک روڈ لاہور

حج

پہلا باب

خانہ کعبہ پر ایک تاریخی نظر

خانہ کعبہ کی تعمیر

تم نے دیکھا ہوگا کہ مسلمانانِ ہند جب نماز پڑھتے ہیں۔ تو مغرب کی طرف منہ کرتے ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ مغرب کی طرف ملک عرب ہے۔ جہاں ان کے ہادی اور رہنما حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اور نہ ہی یہ اس لئے ہے کہ اس

ملک میں وہ شہر (مدینہ طیبہ) ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مزار پاک ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے۔ کہ مسلمان اس خانہ خدا کی طرف مُنہ کرتے ہیں۔ جو دنیا میں سب سے پہلا گھر عبادت الٰہی کے لئے ہے اور جس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے کوئی ڈھائی ہزار برس پہلے ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ اور آپکے بیٹے حضرت اسماعیلؑ نے از سرِ نو تعمیر کیا تھا۔ ایام حج میں اسی خانۂ خدا کے گرد گھومنے یا طواف کو حج کہتے ہیں۔ وہ کیا بات ہے جس سے اس گھر کو اتنی بڑی عظمت حاصل ہوئی ؟ اس کا مفصل ذکر ہم آئندہ کریں گے۔ لیکن اس سبق میں ہم تمہیں صرف اسی خانہ خدا کے تاریخی حالات سناتے ہیں۔ کہ ان میں بھی عبرت و نیکی کے کئی سبق ہیں

حضرت ابراہیمؑ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے کوئی ڈھائی ہزار برس پہلے شہر کلدان میں آذر نام ایک بت تراش رہتا تھا۔ اور مختلف قدوقامت کے بت تراش تراش کر بت پرستوں کے ہاں بیچا کرتا تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ آذر کا بیٹا ابراہیمؑ نامی تھا۔ مگر صحیح یہی ہے۔ کہ... اس شخص کا ایک بھتیجا ابراہیمؑ نامی تھا

جو بچپن سے ہی اس بت گری اور بت پرستی کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور دل ہی دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا بات ہے خود ہی ان بتوں کو تراشتے ہیں اور پھر خود ہی ان کی پوجا کرتے ہیں تعجب سے کبھی اپنے چچا یا باپ سے سوال کرتا۔ کہ کیا آپ نے اور آپ کی قوم نے ان بتوں کو اپنا معبود قرار دے لیا ہے؟ اس صغیر سن بچے کے دل میں کئی قسم کے سوال پیدا ہوتے کبھی وہ کہتا کہ کیا یہ چیزیں جن کو میں جہاں چاہوں اٹھا کر لے جاؤں۔ اور جہاں چاہوں رکھ دوں جن کو نہ بولنے کی طاقت ہے نہ چلنے کا یارا قابل پرستش ہو سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر کبھی کہتا ہے۔ کہ اگر یہ نہیں ہیں۔ تو اور کونسی چیز ہے جو معبود ہو سکتی ہے۔ کیا چاند قابل پرستش ہے۔ ہرگز نہیں۔ کہ یہ بھی قابل زوال ہے۔ اور آخر غروب ہو جاتا ہے۔ کیا سورج معبود ہو سکتا ہے؟ نہیں اس کو بھی زوال ہے اور یہ بھی رات کے وقت غروب ہو جاتا ہے۔ آخر اس کی فطرت صحیحہ نے پتہ دیا کہ معبود تو ہی ایک ذات پاک ہے جس کو کبھی فنا زوال نہیں اور جس نے ان تمام فانی چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ قرآن مجید نے حضرت ابراہیمؑ کی اس دلی کیفیت کا نقشہ نہایت مختصر مگر موثر الفاظ میں یوں کھینچا ہے۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً اِنِّيْۤ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ وَكَذٰلِكَ نُرِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ۞ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ

هٰذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا
رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ
فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّي هٰذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ
إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ٥ إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَ
الْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ٥

جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ یا چچے سے کہا۔ کیا آپ ان بتوں کو معبود قرار دیتے ہیں۔ بیشک میں آپ کو اور آپ کی قوم کو کھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔

اور اسی طرح ہم نے ابراہیمؑ کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت دکھائی تھی۔ تاکہ وہ یقین کرنیوالوں میں سے ہو جائے۔ جب اس پر رات طاری ہوئی۔ تو اس نے ایک ستارہ کو دیکھا۔ اور کہا کہ آیا یہ میرا رب ہے۔ ! جب وہ غروب ہو گیا۔ تو کہا کہ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا جب چاند کو چڑھتے دیکھا تو کہا آیا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ بھی غائب ہو گیا۔ ابراہیمؑ نے کہا کہ اگر مجھے اللہ تعالےٰ ہدایت نہ کرتا تو میں گمراہ لوگوں سے ہوتا۔

جب سورج چڑھتے دیکھا تو کہا آیا یہ میرا رب ہے۔ اس لئے کہ یہ تو بہت بڑا ہے ! لیکن جب وہ غروب ہو گیا۔ تو ابراہیمؑ نے کہا کہ اے قوم

میں تمہارے شرکاء سے بری ہوں۔
میں تو اپنے آپ کو اس ذات کے سپرد کر چکا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور میں مشرکوں میں سے نہیں۔

غرض حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی معرفت عطا فرمائی تھی۔ اپنی ذات و صفات کے متعلق ان کی استعداد فطرت کے مطابق آگاہ کر دیا تھا۔ اور اُن کو اصلاح خلق کے لئے نبی بنایا تھا۔ اور سب سے بڑی فضیلت یہ دی تھی کہ آئندہ صدہا انبیاء انہیں کی پشت اور ذریت سے ہوں۔ اور وہ ان سب کے جدّ اور ابو الانبیاء کہلائیں۔

حضرت اسماعیلؑ کی ولادت و ہجرت

حضرت ابراہیمؑ کی بیوی کا نام سارہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ کو اپنی بیوی کے ساتھ مصر جانے کا اتفاق ہوا۔ یہاں کا بادشاہ جسے فرعون، کہتے تھے۔ آپ کی بزرگی، دینداری اور راستبازی سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے اپنی بیٹی ہاجرہ نام حضرت ابراہیمؑ کے نکاح میں دیدی اور کہا کہ یہ آپ کی بڑی خدمت گزار بی بی ہو گی۔ اس بی بی کو لیکر حضرت ابراہیمؑ ملک شام کو واپس آ گئے۔ یہاں ہاجرہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے اسماعیلؑ رکھا۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کے گھر یہ پہلا لڑکا

تھا۔اس لئے آپ اس بچے اور اس کی والدہ ہاجرہؑ کے ساتھ بہت محبت کرنے لگے۔سارہ کو جن کی گود ابھی تک خالی تھی۔یہ امر ناگوار معلوم ہوا اور حضرت ابراہیمؑ سے لڑنے جھگڑنے لگیں۔آخر سارہؑ نے سوت کے سوز سے تنگ آکر حضرت ابراہیمؑ سے کہا۔کہ اس لڑکے اور اس کی والدہ ہاجرہؑ کو ایک بیابان میں چھوڑ آیئے۔ہرچند کہ یہ درخواست ضد پر مبنی تھی مگر حضرت ابراہیمؑ کو خدا کی طرف سے بھی کچھ ایسا ہی اشارہ ہوا اس لئے آپ اپنے لخت جگر اور چہیتی بیوی کو لے کر باہر نکلے اور گھر سے کئی سو میل دور ایک لق و دق میدان میں جہاں سبزی و نباتات کا نشان نہ تھا۔اور جس کا نام تورات میں فاران ہے۔کچھ خوراک اور مشکیزہ پانی کا دے کر بیت ایل، بیت اللہ کے پاس چھوڑ گئے

چاہِ زمزم

حضرت ابراہیمؑ کچھ عرصہ تک اپنی بیوی بچہ کو دیکھنے کے لئے نہ آسکے۔اس عرصہ میں خوراک بھی ختم ہو گئی اور پانی کا مشکیزہ بھی ختم ہو گیا عرب کی گرمی اور لق و دق جنگل و بیابان جہاں نہ سایہ کا نام نہ سبزی کا نشان۔اس پر ایک ننھی سی جان آغوش مادر میں قطرہ آب کے لئے بلبلانے لگی۔ماں ممتا کی ماری بچہ کو زمین پر لٹا کر خود

پانی کی تلاش میں ادھر اُدھر دوڑنے لگی اور بچہ زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگا۔ آج کل کی مائیں ذرا تصور تو کریں کہ اس بے کسی کے عالم میں حضرت ہاجرہؓ کے دل پر کیا گزرتا ہوگا اور وہ ایک گھونٹ پانی کے لئے کس طرح خدا تعالےٰ سے مضطرب ہو کر دعا مانگتی ہونگی۔ آخر خدا تعالےٰ کی قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ حضرت ہاجرہؓ کیا دیکھتی ہیں کہ بچے کی ایڑیوں کے پاس ایک چشمۂ آب رواں ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے اس کو آبِ حیات سے زیادہ سمجھا بچے کو پانی پلایا۔ اور خود پیا اور جان میں جان آئی

یہ بات کوئی انوکھی نہیں۔ کہ کس طرح بچے کے ایڑیوں کے رگڑنے سے چشمۂ آب نکل آیا۔ اصل بات یہ ہے کہ ریگستانی ملکوں میں چشمے یوں ہی نکل پڑتے ہیں۔ اور یوں ہی خشک ہو جاتے ہیں چنانچہ یہ چشمہ بھی آخر خشک ہو گیا۔ اور اب چاہِ زمزم اُسی چشمہ کی جگہ پر بطور یادگار کھودا ہوا ہے

حضرت اسماعیلؑ کی پرورش

غرض حضرت ہاجرہؓ سیراب ہو کر خوش خوش بیٹھی تھیں۔ کہ اتنے میں گلہ بانوں کا ایک قافلہ ادھر سے گزرا اور چشمہ کو دیکھ کر وہاں ٹھہرا

عرب ایسے ملک میں باقی ایک نعمت غیر مترقبہ ہے اور وہاں کی خانہ بدوش قومیں جہاں کوئی عمدہ چشمہ دیکھتی ہیں۔ وہیں ڈیرہ ڈال دیتی ہیں چنانچہ یہ قافلہ والے وہاں ہی فروکش ہوئے اور اس چشمہ کو حضرت ہاجرہؑ کے ننھے بچے کی برکت سمجھ کر اس کی خاطر مدارت کرنے لگے۔ حضرت ابراہیمؑ بھی اپنے بیوی بچے کو دیکھنے کے لئے آتے اور ان قافلہ والوں کو خدا پرستی کی تلقین فرماتے۔ غرض اس طرح سے ویران جنگل میں جہاں ابراہیمؑ اپنے ننھے بیٹے اور بیوی کو چھوڑ گئے تھے آبادی کی ایک صورت ہو گئی اور حضرت ہاجرہؑ اور ان کے معصوم بچے کی تکالیف کا کسی قدر خاتمہ ہوا۔ حضرت اسماعیلؑ ان ہی لوگوں میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت ابراہیمؑ بھی وہاں آتے جاتے اور آپ کی غور پرداخت کرتے رہتے۔

حجرِ اسود

جب دشت فاران میں حضرت ابراہیمؑ کا مستقل طور پر آنا جانا ہوا تو انہیں وہاں عبادت گاہ یا مسجد بنانے کی بھی ضرورت محسوس ہوئی کیونکہ سابقہ بیت ایل زمانہ کی تھپیڑوں سے مسمار ہو گیا ہوا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اور ان کی تمام اولاد میں یہ دستور تھا۔ کہ جب خدا کی عبادت

کے لئے کوئی جگہ مخصوص کرنی ہوتی۔ تو وہاں ایک اَن گھڑا پتھر بطور نشان کے کھڑا کر لیتے اور اُسے عبادت گاہ، قربان گاہ، یا خانۂ خدا (بیت ایل یا بیت اللہ) قرار دیتے۔ اس پتھر کو محض نشان کے طور پر کھڑا کر لیتے تھے۔ تاکہ معلوم ہوتا رہے۔ کہ یہ زمین مذبح یا عبادت گاہ ہے۔ چنانچہ کتاب خروج باب ۲۱ : ۲۵ میں ہے :

اگر میرے لئے پتھر کا مذبح بنا دے تو تراشے ہوئے پتھر کا مت بناؤ۔ کیونکہ اگر تو اُسے اوزار لگا دے گا۔ تو اُسے ناپاک کرے گا۔ اور کتاب پیدائش باب ۲۸۔ آیت ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۲ میں ہے :-

یعقوب صبح سویرے اُٹھا۔ اور اس پتھر کو جسے اس نے اپنا تکیہ کیا تھا لے کے ستون . . . . . کھڑا کیا۔ اور اس کے سر پر تیل ڈالا۔ اور اُس مقام کا نام بیت ایل (یعنی بیت اللہ خدا کا گھر) رکھا . . . . . یہ پتھر جو میں نے ستون کھڑا کیا ہے۔ خدا کا گھر یعنی بیت اللہ شریف ہوگا

عہد نامہ قدیم میں تو صرف بنی اسرائیل کا ہی ذکر ہے اور بنی اسماعیل کے واقعات اس میں بیان نہیں کئے گئے۔ مگر ملکی روایات سے پایا جاتا ہے کہ بن گھڑا پتھر کھڑا کر کے خدا کی عبادت گاہ بنانے کا دستور صرف بنی اسرائیل میں ہی نہ تھا۔ بلکہ بنی اسمٰعیل میں بکثرت رائج تھا چنانچہ ازرقی کی کتاب اخبار مکہ میں ہے :

بنی اسماعیل اور جرہم کو جو مکہ میں رہتے تھے۔ جب مکہ میں گنجائش نہ رہی۔ تو معاش کی تلاش میں ملک سے نکلے۔ پس لوگ خیال کرتے ہیں۔ کہ اولاً پتھر کا پوجنا بنی اسماعیل میں اس طرح شروع ہوا۔ کہ جب اُن میں سے کوئی مکہ سے جاتا۔ تو حرم کے پتھروں میں سے ایک پتھر رکھ لیتا۔ حرم کو بزرگ سمجھ کر اور مکہ اور کعبہ کے شوق میں جہاں اُترتے اس پتھر کو رکھ لیتے اور اس کے گرد مثل کعبہ کے طواف کرتے پھر اس کی شہرت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ جو پتھر اچھا دیکھتے۔ اور جو پتھر حرم کا ہوتا اور بھلا معلوم ہوتا اس کی عبادت کرتے۔ اس طرح پشتوں پر پشتیں گذر گئیں یہ لوگ پہلی بات کو بھول گئے۔ اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کے دین کو بھول کر پتھروں کو پوجنے لگے۔ غرض اسی دستور کے مطابق حضرت ابراہیمؑ نے دشت فاران میں بیت عتیق کو جو مسمار پڑا تھا۔ ازسرِنو تعمیر کرنے کے لئے ایک اَن گھڑا پتھر کھڑا کیا۔ اور جب کعبہ تعمیر ہو گیا۔ تو اُس کو اس کے کونے میں نصب کر دیا۔ یہ وہی پتھر ہے جس کو آج حجرِ اسود (سیاہ پتھر) کہتے ہیں۔ اس پتھر کا نام قرآن مجید میں تو کہیں نہیں۔ ہاں بعض روایات میں اس کا ذکر ہے

کعبہ کی تعمیر

حجر اسود کو عبادت گاہ کے لئے بطور نشان کھڑا کر کے حضرت ابراہیمؑ نے جب یہاں ایک مکان یا مسجد بنا رہے تھے۔ تو اُس وقت حضرت اسماعیلؑ بڑے ہو چکے تھے۔ اور اپنے والد ماجد کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ اس خانہ خدا کی تعمیر میں مصروف تھے تو حضرت اسماعیلؑ بھی آپ کو امداد دیتے تھے ان کے ساتھ کام کرتے تھے قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ جبکہ ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے اس گھر کی بنیاد اٹھائیں۔ تو انہوں نے یہ دعا مانگی ہے۔ اے ہمارے پروردگار تو ان کو ہم سے قبول فرما۔ بیشک تو ہی دعا کو سنتا ہے اور ہماری دلی نیت قبول فرما۔

اس آیت شریفہ میں کعبہ کو "البیت" کہا گیا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ یہ البیت (گھر) حقیقت میں وہی ہے جس کو قرآن مجید نے دو مقامات پر بالتصریح مسجد حرام کہا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ایک جگہ اِنَّ الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا!

مشرک ناپاک عقیدہ کے ہیں۔ (اسلئے) اس سال کے بعد اس بزرگ مسجد (کعبہ) کے پاس نہ آئیں۔

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْشَاءَ اللّٰهُ۔ خدا نے اپنے رسول کو یہ سچا خواب دکھایا۔ کہ بیشک تم انشاءاللہ اس بزرگ مسجد (کعبہ) میں داخل ہو گے

جس زمانہ میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اُس زمانہ میں کعبہ کے گرد وہ مکانات نہیں تھے۔ جو اب ہیں۔ اور جو حرم کہلاتے ہیں جن سے مراد یہ ہے۔ کہ مسجد (کعبہ) داخل حد حرم ہے۔ لیکن قرآن مجید نے خاص اُس مسجد کو مسجد الحرام کہا ہے جس کو حضرت ابراہیمؑ اور آپ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ نے بنایا تھا۔

مسجد الحرام کی تعمیر کا زمانہ

قرآن مجید میں کعبہ کی تعمیر کا کوئی زمانہ نہیں بتایا گیا۔ ہاں خود کعبہ کے متعلق دو نشان بتائے گئے ہیں۔

اوّل یہ کہ یہ مکان "بیت العتیق یعنے بہت پرانا گھر ہے

دوم۔ اس کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ:۔

اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ ۔یعنی سب سے پہلا گھر جو آدمیوں کے لئے خدا کی عبادت کرنے کو بنایا گیا۔ آج کل کے مؤرخ جو زمانہ قدیم کے متعلق حساب لگاتے ہیں۔ اس حساب سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کعبہ حضرت مسیحؑ سے اُنیس صدی ماقبل بنا تھا۔ اگر اس حساب کو صحیح مانا جائے تو بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں جہاں تک اس کا حال معلوم ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ سے پہلے کوئی گھر خدا کی عبادت کے لئے نہیں بنایا گیا۔۔۔۔۔ اور خانہ کعبہ یعنے بیت اللہ شریف حضرت ابراہیمؑ سے پہلے موجود تھا۔ اور خود سر ولیم میور ایسے معترض اسلام کو اس حقیقت کا اعتراف کرنا پڑا ہے۔ کہ :-

"روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ کے لئے ایک نہایت ہی قدیم زمانہ سے عرب کے اکناف و اطراف کے لوگ آتے تھے۔ ہر سال یمن حضرموت، خلیج فارس کے ساحل صحرائے شام اور حجاز وحرا کے لوگ مکہ میں جمع ہوتے تھے۔ اس وسیع حلقہ عقیدت و ارادت کی ابتدا یقیناً کسی بڑے پرانے زمانہ سے ہوئی ہوگی"۔

شہر مکہ کیلئے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا

کعبہ کے لئے جو دُعا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے جناب باری تعالےٰ میں کی۔ اس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں۔ اور اس قبولیت دُعا کا اثر ہے۔ کہ وہ کعبہ آج تمام دنیا کے مسلمانوں کا مرجع ہے اور ہر سال لاکھوں مسلمان اس مسجد الحرام میں نماز پڑھتے ہیں اور اس حجر اسود کے گرد گھومتے اور اُسے چومتے ہیں جس کو حضرت ابراہیمؑ کے مقدس ہاتھوں نے نصب کیا تھا۔ لیکن اس کے علاوہ حضرت ابراہیمؑ نے ایک اور عظیم الشان دُعا بھی کی تھی جس کو قرآن مجید نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اور اس وقت کو یاد کرو، جب ابراہیمؑ نے کہا اے پروردگار اس کو تو ایک باامن شہر بنا دے۔ اور اس کے باشندوں کو جو اللہ تعالےٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ میوہ جات عنایت فرما۔

یہاں حضرت ابراہیمؑ دُعا فرماتے ہیں۔ کہ اے خدا جہاں میں نے اپنی اولاد کو بسایا ہے۔ اس کو ایک باامن شہر بنا دے۔ اور انہیں دنیا

کے قسم قسم کے فوائد سے متمتع کر۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ دعا محض اسباب دنیوی یا جسمانی غذا سے تعلق رکھتی ہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ ایسے دیندار راستبازنبی کی نظر محض دنیا کے نعماء تک ہی کب محدود رہ سکتی تھی۔ اس لئے روحانی غذا کے لئے بھی ساتھ ہی یہ دعا فرماتے ہیں۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

اے ہمارے پروردگار اُن میں ان ہی میں سے ایک رسول بھی مبعوث فرمائیو۔ جو ان پر تیری آیات پڑھے۔ اور اُن کو کتاب و حکمت سکھائے اور اُن کو پاک کرے۔ بیشک تو عزت اور حکمت والا ہے۔

اللہ اللہ! حضرت ابراہیمؑ کی ان دعاؤں کی قبولیت سے خدا تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات نظر آتے ہیں اور خدا کی ہستی پر ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ غور تو کرو کہ ایک بے آب و گیاہ میدان میں اپنے بیوی بچے کو چھوڑتے ہیں۔ وہاں ایک مسجد بناتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں۔ کہ اے پروردگار اس مسجد کو ہم سے قبول فرما۔ وہ مسجد آج تمام اسلامی قوم کا مرکز بن جاتی ہے۔ خدا سے پھر التجا کرتے ہیں۔ کہ اس بستی کو تو ایک با امن شہر بنا دے اور آج وہ شہر ام القریٰ کے نام سے شہرۂ آفاق اور مرجع خلائق ہے۔ پھر دعا مانگتے ہیں۔ کہ ان میں ایک نبی مبعوث فرما۔ اور

اور اُن ہی امیّوں میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان نبی مبعوث ہو جاتا ہے۔

دوسرا باب ۲

خانہ کعبہ پر ایک تاریخی نظر

خانہ کعبہ کے بقیّہ تاریخی حالات

کعبہ فی الواقعہ بیتُ العتیق ہے

ملکی اور مذہبی روائیتوں کے علاوہ غیر مذہب کے مؤرخین کی تحقیقات سے بھی کعبہ کا ایک نہایت قدیم زمانہ سے موجود ہونا ثابت ہوتا ہے مسٹر گبن جو ایک اعلےٰ پایہ کے محقق مؤرخ ہیں۔ اپنی تاریخ میں کعبہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ کعبہ کی صحیح قدامت سنہ عیسوی سے پہلے کی ہے ساحل بحر احمر کے ذکر میں یونانی مؤرخ ڈالو ڈرس نے ثمود یت

اور سین کے بیان میں ایک مشہور معبد (کعبہ) کا ذکر کیا ہے جس کے اعلیٰ درجہ کے تقدس کی تمام اہل عرب تعظیم کرتے تھے۔ تو ہمیں اس کی اصلیت کو درحقیقت ایک نہایت قدیم زمانہ سے منسوب کرنا چاہیئے

مؤرخین کا اشتباہ اور اُس کا ازالہ

اہل عرب کی ایک قدیم روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کعبہ اور اس کے تمام بنیادوں کی اصلیت حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام سے ہے اور مؤرخین خود اس کی تصدیق میں اعتراف فرماتے ہیں۔ کہ عرب کی یہ روایت مسلمانوں کی بنائی ہوئی نہ تھی۔ بلکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے بہت پہلے اہل مکہ میں یہی عام رائے تھی۔ ورنہ قرآن میں بطور حقیقت مسلمہ کے اس کا ذکر نہ ہوتا۔ اور نہ بعض مقامات کے نام جو کعبہ کے گرد واقعہ ہیں ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے منسوب کئے جاتے ہیں جیسا کہ وہ منسوب کئے گئے ہیں۔

مسٹر گبن کی رائے کی رو سے کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے بھی پہلے موجود معلوم ہوتا ہے ادھر عرب کی قدیم روایت تمام مقامات کو اور رسوم کو حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ سے منسوب کرتی

ہے۔ جس کو قرآن مجید میں حقیقتِ مسلّمہ کے طور پر بیان کیا گیا ہے
بظاہر یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد نظر آتی ہیں لیکن اس مشکل کا حل
نہایت آسان ہے اس میں شک نہیں کہ عرب کی قدیم روایت بعض
مقامات اور رسوم کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ سے منسوب کرتی
ہے اس میں بھی کلام نہیں کہ قرآن مجید نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ مگر
اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانہ سے پہلے
موجود نہ تھا۔ یا سب سے پہلے آپ ہی اس کے بانی ہوئے۔ اور نہ
ہی اس سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ
سے کچھ تعلق ہی نہیں اور نہ انہوں نے کبھی کعبہ کی تعمیر کی بلکہ قرآن
مجید کے بعض الفاظ سے نہایت صراحت کے ساتھ معلوم ہوتا ہے
کہ کعبہ حضرت ابراہیمؑ سے پہلے موجود تھا۔ گو اس کی عمارت حضرت
ابراہیمؑ کے وقت منہدم ہو چکی تھی۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ
لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ○

اور ہم نے ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ سے عہد لیا تھا۔ کہ میرے گھر
کو طواف کرنے والوں۔ اس میں سکونت رکھنے والوں اور رکوع کرنے

والوں۔ اور سجدہ کرنے والوں کے لئے صاف و پاک کریں۔
اس آیت سے مترشح ہوتا ہے۔ کہ یہ خانہ خدا حضرت ابراہیمؑ سے پہلے بھی موجود تھا۔ اور اسی نتیجہ کی موید وہ آیت شریف ہے جس میں خانہ کعبہ کو اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ فرمایا گیا ہے۔
لیکن اس سے بڑھ کر ایک اور آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کی ایک دعا کو بدیں الفاظ نقل کرتا ہے۔
رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ یَشْکُرُوْنَ ۝
اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی اولاد کو تیرے مقدس گھر کے پاس ایک بے آب و گیاہ وادی میں بسایا ہے۔ تاکہ وہ نماز کو قائم کریں۔ اے پروردگار تو لوگوں میں سے بعض کے دل ان کی طرف مائل کردے۔ اور انہیں میوہ جات سے روزی عطا فرما۔ تاکہ وہ تیرا شکر ادا کریں۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور ان کی والدہ ماجدہ ہاجرہؑ کی ہجرت سے پہلے بھی کعبہ موجود تھا۔ اور حضرت ابراہیمؑ نے ان کی سکونت کے لئے اس بے آب و گیاہ وادی کو اسی لئے

پسند کیا تھا۔ کہ وہ خانہ کعبہ کے قریب ہے۔ اور ممکن ہے۔ کہ آپ کو الہام سے یہی ہدایت ہوئی۔ باقی رہا یہ سوال کہ قرآن مجید میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے کعبہ کو تعمیر کیا سو اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ انہوں نے منہدم شدہ عمارت کو دوبارہ تعمیر کیا۔ اور اسی لئے کعبہ کے مقامات اور رسوم ان سے منسوب ہو گئے۔

تعمیر بنی جرہم

کعبہ کی تعمیر کے بعد حضرت اسماعیلؑ ہی اس کے محافظ رہے اور ان کی وفات کے بعد کعبہ کی تولیت و حفاظت بنی جرہم کا ذمہ ہو گیا کہ وہ حضرت اسماعیلؑ کے قریب تر رشتہ دار تھے۔ اور بعد میں ابن عمر جرہمی نے تمام اختیار اپنے ہاتھ لے لیا۔

بنی جرہم کے اختیار کے زمانہ میں ایک پہاڑی نالہ آیا۔ اور کعبہ میں پانی چڑھ گیا جس سے کعبہ گر گیا۔ بنی جرہم نے اُن ہی بنیادوں پر جو حضرت ابراہیمؑ نے بنائی تھیں اور اُسی صورت پر پھر کعبہ بنا لیا۔ اس کی بلندی زمین سے نو ورعہ تھی لیکن اس تعمیر کا زمانہ معلوم نہیں ہو سکا

تعمیر عمالیق

جب بنی جرہم کا ستارہ اقبال غروب ہوا۔ تو قبیلہ عمالیق ثانی، کا ستارہ بخت چمکا۔ اور انہوں نے بنی جرہم پر غلبہ حاصل کر لیا۔ کعبہ کی تولیت بھی ان کے ہاتھ میں ہی آگئی۔ چونکہ اس زمانہ میں بھی پہاڑی نالے کے پانی سے کعبہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔ اس لئے قبیلہ عمالیق نے بھی اس کی.... تعمیر کرائی۔ چنانچہ ایک فرانسیسی مورخ اپنی کتاب موسومہ ڈائی کرانیکن ورا سٹ مکہ میں لکھتا ہے کہ پہلے بنی جرہم نے اور اس کے بعد عمالیق (عمالیق ثانی)، نے کعبہ کی تعمیر کی۔

عمالیق ثانی کا زمانہ تعمیر بھی معلوم نہیں ہو سکتا۔ مگر اس قدر قیاس ہو سکتا ہے کہ سنہ عیسوی سے تقریباً ایک صدی پیشتر وہ لوگ مکہ پہ قابض تھے۔ کیونکہ خارجہ بادشاہ دوم خاندان حیرہ سے عمالیق کی ایک سخت لڑائی ہوئی تھی۔ جس میں عمالیقوں نے شکست فاش پائی تھی۔ اور یہ واقعہ سنہ عیسوی سے تخمیناً سو برس پیشتر کا ہے۔

تعمیر قصی

تعمیر عمالیق کے بعد پھر غالباً سیلاب کی وجہ سے ہی کعبہ کو نقصان

پہنچا تھا۔ اس وقت تعمیر کا کام قصی ابن کلاب نے سرانجام دیا۔ اگرچہ اس تعمیر کے زمانہ کی تعین بھی نہیں ہوسکتی۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ قصی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے چھ پشت پیشتر تھا۔ اس لئے غالباً یہ تعمیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے دوسو برس پیشتر ہوئی تھی۔

تعمیر قریش

کعبہ چونکہ عرب کا ایک بڑا معبد تھا۔ اس لئے رفتہ رفتہ اس کی تعظیم وتکریم بڑھتی گئی۔ اور دنیا دار لوگ اس پر غلاف بھی چڑھانے لگے۔ چنانچہ سنہ عیسوی سے چھ سو برس پیشتر اسعد حمیری نے اس کی دیواروں پر غلاف چڑھایا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ کعبہ کو کپڑا پہنا رہا ہے جب جاگا۔ تو انطاع کا غلاف چڑھایا۔ مگر پھر اس نے وہی خواب دیکھا تب اس نے یمن کے کپڑے کا غلاف چڑھایا۔ غرض اس طرح سے غلاف چڑھانے کی رسم جاری ہوگئی۔ اور اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ کہ کئی دفعہ ان غلافوں کو آگ لگ گئی۔ حجر اسود جو سیاہ ہوگیا ہے۔ ان ہی آتش زدگیوں کی وجہ سے جل کر سیاہ ہوگیا۔ اور خانہ کعبہ جل گیا چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوچکے تھے۔ اور آپ کا سن

شریف کوئی بارہ چودہ برس کا ہو گا۔ کہ خانہ کعبہ کے غلاف میں آگ لگی اور کعبہ کی دیواریں آتش زدگی کی وجہ سے بودی ہو گئیں۔ اور کئی جگہ سے پھٹ بھی گئیں۔ اسی اثناء میں ایک نالہ نہایت زور شور سے آیا۔ اور خانہ خدا پانی سے بھر گیا، دیواریں پھٹ گئیں اور گرنے کو تھیں تب قریش نے اس کی تعمیر کی فکر کی

قریش فن تعمیر سے بہت کم واقف تھے اور اسی خیال میں تھے۔ کہ کعبہ کو کون بنائے اور کیونکر بنائیں۔ کہ اتنے میں رومیوں کا ایک جہاز بندرگاہ پر آیا۔ اس زمانہ میں بندرگاہ جدہ میں نہ تھا۔ بلکہ شعیب بندرگاہ تھا۔ یہاں آکر وہ جہاز ٹوٹ گیا۔ جب قریش نے یہ بات سنی تو وہ وہاں گئے۔ اور اس کی لکڑی خرید لی۔ اور جہاز والوں کی خاطر مدارت کی۔ اور کہا کہ تم مکہ میں آؤ۔ اپنا اسباب بیچ لو۔ ہم تم سے محصول بھی نہیں لینے کے۔ اس جہاز میں ایک عیسائی درومن کیتھولک، انجینئر بھی تھا۔ اور باقوم اس کا نام تھا لوگوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ اس خانہ خدا کی تعمیر کرے۔ چنانچہ انہوں نے اس کام میں مدد دی۔ اور مصارف تعمیر جمع کرنے کی تدبیر کی۔ اس زمانہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ طفولیت تھا۔ لوگ جب تعمیر کعبہ کے لئے پتھر ڈھونے لگے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس میں شریک ہوئے اور پتھر

ڈھوتے رہے جب پتھر اور لکڑی جمع ہو گئی تو لوگوں نے کعبہ کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن سب کو یہ خوف دامنگیر تھا۔ کہ کعبہ شہید کرنے سے خدا جانے کیا آفت آئے گی۔ ولید بن مغیرہ نے دل کڑا کیا اور کہا کہ میں گرانا شروع کرتا ہوں۔ کہ بڈھا تو میں ہو ہی گیا ہوں۔ اور اگر کوئی آفت آئے گی تو میں یوں بھی قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہوں چنانچہ ولید بن مغیرہ کعبہ کی دیوار پر چڑھا اور اسے کدال سے شہید کرنا شروع کیا۔ اس کو دیکھ کر سب ڈھانے لگے اور بنیاد تک جس پر حضرت ابراہیم نے چنائی شروع کی تھی۔ برابر کر دیا جب سب ڈھا چکے۔ تو معلوم ہوا کہ جو سامان جمع کیا گیا تھا۔ وہ اس سب کے بنانے کے لئے کافی نہیں لیکن قریش نے کعبہ کی عمارت کو بہ نسبت سابق کے دو چند بلند بنایا تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پتھر اور مصالح کی کمی تو نہ تھی، غالباً لکڑی اس قدر نہ تھی جس سے تمام کعبہ کی چھت بن سکے۔ اس لئے انہوں نے اسے کچھ چھوٹا کر کے بنایا۔ چھ درعہ اور ایک بالشت زمین حجر کی طرف چھوڑ دی۔ اور عوض میں ایک جدید بنیاد کھود کر دیوار چن لی۔

کعبہ کی کرسی

تعمیر قریش سے پہلے چونکہ کئی مرتبہ سیلاب کی وجہ سے کعبہ

گر چکا تھا۔ اس لئے انہوں نے اب چار ذرعہ اور ایک بالشت کی کرسی دیدی۔ اور اس قدر کرسی پہ دروازہ بنایا۔ تاکہ نالے کا پانی پھر اندر نہ گھسے۔ اور کوئی شخص بغیر سیڑھی کے نہ چڑھ سکے۔ اس ترکیب سے جس کو چاہیں جانے دیں۔ اور جس کو چاہیں نہ جانے دیں۔

حجر اسود کا نصب کیا جانا

جب بناتے بناتے وہاں پہنچے۔ جہاں حجر اسود (سیاہ پتھر) لگانا تھا۔ تو آپس میں جھگڑا اور تکرار شروع ہوئی۔ ایک قبیلہ کہتا تھا کہ ہم لگائیں گے۔ دوسرا کہتا تھا۔ کہ ہم کھڑا کریں گے۔ آخر ابو امیہ بن مغیرہ کے سمجھانے سے یہ قرار پایا۔ کہ جو سب سے پہلے اس راستہ سے آئے۔ وہی اس امر کا فیصلہ کرے۔ خوش قسمتی سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی سامنے سے تشریف لائے۔ اگرچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت بہت چھوٹی تھی۔ مگر سب نے خوشی سے کہا۔ کہ یہ امین ہے۔ ہم اس کے فیصلے کو قبول کریں گے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے ہی عجیب اور مقبول طریق سے اس جھگڑے کا فیصلہ کیا۔ کہ سب حیران رہ گئے۔ آپ نے ردائے مبارک بچھائی۔ اور حجر اسود کو اس میں رکھا۔ اور سب قوموں

کے سرداروں کو کہا۔ کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اور وہاں تک لے چلیں جہاں لگانا ہے۔ چنانچہ سب نے اس طرح اُٹھایا۔ اور جب کونے کے پاس لائے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں رکھ دیا۔

جب یہ تنازع اس طرح بخیر و خوبی ختم ہوا۔ تو تعمیر شروع ہوئی جتنا کعبہ پہلے بلند تھا۔ قریش نے اس سے دوگنا بلند کر دیا۔ یعنی پہلے زمین سے صرف نو دعہ بلند تھا۔ اب اٹھارہ درعہ کر دیا گیا۔ جب دیوایں بن چکیں۔ تو باقوم نے پوچھا۔ کہ اس کی چھت کیسی بناؤں۔ ڈاٹ دار بنگلہ نمایا چورس۔ سب نے کہا کہ ہمارے خدا کے گھر کی چھت چورس بناؤ۔ تب باقوم نے چھت کے نیچے دو قطاروں میں چھ ستون کھڑے کئے اور چورس چھت بنا دی۔ غالباً اس قدر لمبی لکڑی نہ تھی کہ پورا شہتیر پڑ جاتا اسی لئے باقوم نے بنگلہ نما چھت ڈالنی چاہی تھی۔ کہ بیچ میں قینچی پڑ جائے اور ستون نہ بنانے پڑیں۔

اس مرتبہ کعبہ کا پرنالہ اُس جگہ میں اُتارا۔ جو چھوڑ دی گئی تھی اور اس کے اندر ایک کاٹھ کی سیڑھی چھت تک بنائی گئی کہ اس کے ذریعہ سے چھت پر چڑھ جائیں۔

تیسرا باب

خانہ کعبہ پر ایک تاریخی نظر

زمانہ نبوی اور اس کے بعد کے حالات

امتداد زمانہ سے حضرت اسماعیلؑ کی اولاد حضرت ابراہیمؑ کی تعلیم اور طریق عبادت کو بھول گئی اور خدائے واحد کے پرستار ہونے کی بجائے بتوں کی پوجا کرنے لگے۔ اسی لئے انہوں نے خانہ خدا میں بھی بہت سے بُت رکھ دیئے حتٰی کہ ان کی تعداد تین سو ساٹھ تک پہنچی

اس بت پرستی کی حد یہاں تک ہوئی۔ کہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جب سفر کو جاتے تو کوئی پتھر ساتھ لے جاتے۔ شام کو جہاں مقام کرتے وہاں اُس کا پتھر کا چولھا بنا کر روٹی پکاتے اور کھا پی کر پھر اسی پتھر کی پوجا کرتے۔ غرض یہ لوگ اب پورے بُت پرست ہو گئے۔ اور ان کے تمام اخلاق عادات وخصائل بالکل بگڑ گئے۔

چونکہ کعبہ کی تولیت اُن ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی۔ اس لئے انہوں نے اس خانہ خدا کو بھی بُت خانہ بنا دیا۔ اور بڑے بڑے بُت اُس

میں لاکر رکھ دیئے۔ جب عرب کی حالت یہاں تک پہنچی۔ تو خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ کہ آپ اس قوم کی اصلاح کریں۔ اور اس خانہ خدا کو جو خدائے ذوالجلال کی عبادت کے لئے اس کے مخلص بندے حضرت ابراہیمؑ نے ازسر نو بنایا تھا۔ بتوں سے پاک کر کے توحید کا مرکز بنا دیں چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کعبہ کو بتوں سے صاف کیا اور خدائے واحد کا نام بلند کر کے دکھا دیا۔

اصنام کعبہ

جو بت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کعبہ کے گرد یا اس کے اندر رکھے ہوئے تھے۔ اور جن سے آپ نے کعبہ کو پاک کیا۔ ان کے نام اور مختصر حال حسب ذیل ہیں

آساف و نائلہ:۔ بنی جرہم کے زمانہ میں صفا اور مروہ کے پہاڑوں پر دو بُت رکھے گئے۔ صفا پر جو بُت تھا۔ وہ مرد کی شکل کا تھا۔ اور اس کو اساف کہتے تھے۔۔۔ دوسرا بُت جو مروہ پر تھا۔ وہ عورت کی شکل کا تھا۔ اور اس کو نائلہ کہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دونوں انسان تھے۔ اور بنی جرہم ان کو دیوتا سمجھتے تھے ان کے مرنے

کے بعد ان کے نام پر دو بُت بنائے گئے اور پرستش ہونے لگی۔ فتح مکّہ کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کو بھی اور بُتوں کے ساتھ توڑ ڈالا۔

نہیک و مطعم ۔ یہ بھی دو بُت تھے۔ نہیک کو صفا پر نصب کیا گیا تھا۔ اور مطعم کو مروہ پر۔

ہُبل ۔ یہ ایک بہت بڑا بُت تھا۔ اور کعبہ کے اندر دائیں طرف جو خزانہ کا کنواں تین گز (ذرعہ) گہرا حضرت ابراہیمؑ کا کھودا ہُوا تھا۔ اُس پر یہ بت کھڑا کیا گیا تھا۔ اُحد کی لڑائی میں ابوسُفیان نے فتح کے لئے اُسی بُت سے مدد چاہی تھی۔

مناۃ ۔ یہ بھی ایک بڑا بُت تھا۔ اور سمندر کے کنارہ پر قدید کے پاس نصب کیا گیا تھا۔ بعض کا قول ہے ۔ کہ محض وہ ایک بن گھڑا پتھر تھا۔

لات و عزّیٰ ۔ لات ایک بن گھڑا پتھر تھا جس میں لوگ خیال کرتے تھے ۔ کہ شان باری کے کسی کرشمہ نے حلول کیا ہے اور عزّیٰ تین درخت تھے ۔ جس میں ذات باری کا حلول سمجھ کر پوجتے تھے۔ لات لتامہ میں تھا۔ اور عزّیٰ طائف میں۔

ذات انواط :۔ یہ بھی ایک بہت بڑا سرسبز و شاداب درخت

تھا۔جس کو لوگ پوجتے تھے یہ یمن میں تھا

ذوالکفین۔ یہ بھی ایک بت تھا۔اس کو عمر بن حمہ نے بعد فتح مکہ جلایا تھا۔

سواع :- یہ ایک مشہور بت قبیلہ ہذیل کا تھا جس کو عمرو بن العاص نے بعد فتح مکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے توڑ ڈالا تھا۔

نسر :- اس بت کو بنی حمیر آل ذوالکلاع پوجتے تھے۔

یعوق :- اس بُت کی بنی ہمدان پرستش کرتے تھے

ود :- یہ بت بنی الکلب کا تھا۔

یغوث : پہلے اس کو بنی مراد پوجتے تھے۔ پھر بنی عطیف پوجنے لگے۔ان بتوں کے علاوہ اور بھی بہت سے بُت جن کی تعداد عام طور پر تین سو ساٹھ تک مشہور ہے۔کعبہ کے گرد بنے ہوئے تھے اور استحکام کے لئے سیسہ سے جوڑ کر کھڑے کئے گئے تھے۔یہ سب بُت فتح مکہ کے دن توڑ ڈالے گئے۔

خانہ کعبہ میں تصاویر

بت پرست اقوام عموماً تصاویر کی بھی عزت کرتی ہیں۔کہ وہ بھی ایک قسم کے کاغذی بُت ہی ہوتے ہیں۔مکہ کے بُت پرستوں نے جہاں

کعبہ میں بُت لاکر رکھے تھے۔ وہاں اس خانہ خدا کو تصاویر سے بھی سجایا تھا۔ چنانچہ خانہ کعبہ میں فرشتوں کی حضرت ابراہیمؑ کی اور حضرت مریمؑ کی تصاویر بھی آویزاں تھیں۔ حضرت مریمؑ کی تصویر میں حضرت عیسٰےؑ ان کی گود میں تھے۔ غالباً یہ تصویر اس وقت بنائی گئی تھی جبکہ قریش نے باقوم سے خانہ کعبہ کو تعمیر کرایا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بعد فتح مکہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی مار ہو ان پر انہوں نے ابراہیمؑ کو تیروں سے شگون لیتا اور فال دیکھنا بتایا ہے۔ پھر آپؐ نے مریمؑ کی تصویر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ ان تمام تصویروں کو مٹا دو۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ فرشتوں کی صورت تو کوئی نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کی تصویر بے معنی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی تصویر ایک مشرکانہ فعل کی تصویر تھی۔ جو حقیقت میں حضرت ابراہیمؑ کی تصویر نہیں۔ بلکہ بت پرست اقوام کے دلی عقیدہ کا نقش تھا۔ اس لئے اس کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مٹوا دیا۔

الغرض رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خانہ کعبہ کو تمام قسم کے شرک و کفر کے علامات سے پاک و صاف کیا۔ اور اہل عرب و اہل مکہ کو اس خدائے واحد کا پرستار بنایا جس کی عبادت ان کے جدامجد ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کیا کرتے تھے۔ چونکہ خود حضرت

رسول اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو ملت حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہی مانتے تھے۔ اس لئے یہ ضرور تھا کہ وہ خانہ خدا جس کو حضرت ابراہیمؑ نے محض عبادت الٰہی کے لئے بنایا تھا۔ نام نہاد اور بت پرست متولیوں کے قبضہ قدرت سے نکل کر حضرت ابراہیمؑ کے حقیقی پیرو کے تصرف میں آئے۔ اور بت پرستی و کفر سے پاک ہو کر خدا کی توحید کا مرکز قرار پائے۔ چنانچہ یہ کام رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے سر انجام ہوا۔ جن کی بعثت دعائے خلیل علیہ السلام کی قبولیت کا نتیجہ تھی۔

وفات نبویؐ کے بعد تعمیر کعبہ

تعمیر عبداللہ بن زبیر

سنہ ۶۴ ہجری میں معاویہ بن ابی سفیان کے بیٹے یزید اور عبداللہ بن زبیر کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ کیوں کہ زبیرؓ نے یزید کو خلیفہ تسلیم نہیں کیا تھا۔ یزید کی طرف سے حصین ابن نمیر نے مکہ پر لشکر کشی کی۔ کئی دن تک لڑائی ہوتی رہی۔ عبداللہ بن زبیر کے لوگ باہم خیمہ لگائے پڑے تھے۔ حصین بن نمیر پہاڑ سے پتھر مارتا تھا۔ ان

کے صدمے سے غلاف کعبہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ سو اتفاق سے خیمہ میں آگ لگی۔ ہوا تیز تھی۔ یہ آگ کعبہ میں بھی جا لگی۔ اور تمام کعبہ جل گیا۔ اور اس کی دیواروں میں شگاف آگئے۔ دس گیارہ دن کے بعد یزید مر گیا۔ جب یہ خبر مکہ میں پہنچی۔ تو ابن زبیر نے حصین بن نمیر سے کہا کہ خلیفہ تو مر گیا۔ اب ہم سے کیوں لڑتے ہو۔ خدا جانے نیا خلیفہ کیا کرے۔ پس حصین ابن نمیر واپس چلا گیا۔ تب ابن زبیر نے مکہ کے ذی وجاہت اور شریف لوگوں کو بلا کر تعمیر کعبہ کے متعلق مشورہ کیا۔ بہت سی باتیں ہوئیں۔ آخر ابن زبیر نے کعبہ کو گرانے کا حکم دیا۔ مگر لوگوں کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ ابن زبیر خود کدال لے کر اوپر چڑھا۔ اور ڈھانا شروع کیا۔ اس کو دیکھ کر اور لوگ بھی گرانے لگے۔ اور آخر ابراہیمؑ کی بنیادوں تک کعبہ کو گرا دیا۔ اس وقت بالطبع ابن زبیر کو یہ خیال آیا کہ کل تعمیر ابراہیمؑ کی بنیادوں پر تعمیر کی جائے۔ اور جو حصہ کہ قریش نے سامان نہ ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا۔ اس کو بھی شامل کر لیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ اور کل بنیاد ابراہیمؑ پر تعمیر شروع کی۔ ایک اور نہایت عمدہ تجویز ابن زبیر نے یہ کی۔ کہ کعبہ میں دو دروازے رکھے جائیں ایک جانب شرق جو قدیم سے تھا۔ اور ایک جانب غرب کہ شرقی دروازے سے داخل ہو کر غربی دروازے سے لوگ نکل

جایا کریں۔ جو کرسی قریش نے با قوم کے مشورے سے دی تھی۔ وہ بھی موقوف کردی۔ اور دروازے زمین پر ہی موقوف کردیئے گئے۔ مگر کعبہ کی بلندی نوگز (دو ذرعہ) اور بڑھادی۔ یعنی ستائیس ورعہ کردی۔ اور چونکہ قریش کی تعمیر سے کعبہ لمبا ہوگیا تھا۔ اس لئے اس کا بلند کرنا بھی مناسب تھا۔ قریش نے کعبہ میں چھ ستون نصب کئے تھے۔ ابن زبیر نے صرف تین ستون بنائے۔ غالباً اس کو بہ نسبت قریش کے لکڑی لمبی مل گئی تھی۔

تعمیر حجّاج بن یوسف

تقدیر میں یہی تھا۔ کہ ابن زبیر کی حکومت مکّہ میں جلد ختم ہوجائے اور تعمیر کعبہ میں پھر ترمیم ہو۔ چنانچہ عبدالملک ابن مروان جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے حجاج کو مع فوج کے عبداللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ اس لڑائی میں عبداللہ بن زبیر مارے گئے اور حجاج مکّہ کا حاکم ہوگیا۔ تب اس نے خلیفہ کو لکھا۔ کہ عبداللہ بن زبیر نے کعبہ میں ایسی چیزیں بنادی ہیں۔ جو پہلے نہ تھیں۔ اور ایک نیا دروازہ بنایا ۔ عبدالملک نے حکم دیا۔ کہ دروازہ بند کردو۔ اور جس قدر ابن

زبیرؓ نے بنایا ہے۔ گرادو۔ چنانچہ حجاج نے چھ ذرعہ اور ایک بالشت کعبہ کو توڑ دیا۔ اور جہاں قریش کی دیوار تھی۔ وہاں دیوار بنادی۔ دروازہ بھی بند کر دیا۔ جو عبداللہ بن زبیرؓ نے بنوایا تھا۔ باقی چیزیں بدستور ہی رکھیں۔ غرض اس وقت جو کعبہ موجود ہے۔ وہ عبداللہ بن زبیر کا ہی بنوایا ہوا ہے۔ ہاں حجاج بن یوسف نے اس میں متذکرہ بالا ترمیم کر دی تھی

غرض یہ بیت اللہ یا خانہ خدا جس کو حضرت ابراہیمؑ نے ازسرنو بنایا تھا۔ قدیم سے ملک عرب کا بڑا عظیم الشان معبد رہا ہے۔ دور دراز کے لوگ وہاں عبادت اور زیارت کے لئے آتے رہے امراو سلاطین کی طرف سے خانہ کعبہ کی دیواروں پر بیش بہا کپڑے کے غلاف چڑھتے رہے۔ اور رفتہ رفتہ یہ رسم ہو گئی۔ کہ یہ غلاف سالانہ چڑھا کریں۔ کئی باران غلافوں کو آگ لگی۔ کئی دفعہ یہ عمارت جل کر پھر بنی حجر اسود ان آتشزدگیوں کی وجہ سے جل کر سیاہ ہو گیا۔ اور ٹوٹ گیا۔ اب اس کو چاندی کے حلقوں میں جوڑ کر رکھا ہوا ہے اور اسی کونہ سے طواف شروع ہوتا ہے۔ جہاں یہ پتھر پڑا ہے۔ حاجی اس کو چومتے بھی ہیں۔ یہ ان مبارک ہاتھوں کی یادگار ہے جن نے خدا کے حکم سے اپنی بیوی بچے کو ایک بے آب گیاہ ویرانہ میں چھوڑا تھا۔

چوتھا باب

حج سے کیا غرض ہے

خانہ کعبہ کے تاریخی حالات بیان کرنے کے بعد اب ہم تمہیں بتاتے ہیں۔ کہ حج کیا ہے۔ اس سے کیا غرض ہے۔ اور اس کے احکامِ شریعت اسلام میں کیا ہیں۔

مہذب اور متمدن قوموں میں تہذیب و تمدن کا ایک اصل یہ بھی مانا جاتا ہے کہ مشہور و معروف قومی محسنوں کے احسانات کی یاد میں یادگاریں قائم کی جاتی ہیں۔ اور اُن کی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے اس سے مقصود محض یادِ رفتگان نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک غرض اور بھی ہوتی ہے۔ کہ آئندہ قوم کو اس قسم کے اخلاقِ حسنہ کی تعلیم ہو۔ اہل روما جب عروج پر تھے۔ تو انہوں نے اپنی قوم میں اخلاقِ فاضلہ پیدا کرنے کے لئے ملک کے مشہور و معروف لیڈروں کے بُت بطور یادگار قائم کر رکھے تھے۔ اور اُن بتوں کو ان لیڈروں کے اوصاف خصوصی کے نام پر نامزد کیا تھا۔ مثلاً کوئی حب الوطنی کا دیوتا تھا کوئی شجاعت کا۔ کوئی علم و حکمت کا۔ اُن بتوں سے پوجا غرض نہ تھی۔ بلکہ

مطلب صرف یہ تھا۔ کہ ان محسنوں کی یادگاریں قائم ہوں جنہوں نے اپنی نیک مثال قوم کے لئے قائم کی۔ اور لوگ ان یادگاروں سے ان کی مثال کا سبق سیکھیں۔ لیکن جب اہل روما کے اخلاق بگڑے اور ان میں آثار تنزل و انحطاط نمودار ہوئے۔ تو ان بتوں کی ظاہری پوجا شروع ہو گئی۔ اور بت پرستی کی بنیاد پڑ گئی۔

اسی طرح کعبہ بھی حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں محض خدا کی عبادت کے لئے ایک عبادت گاہ سمجھا جاتا تھا۔ ہاں چونکہ اس کا تعلق حضرت ابراہیمؑ کی اس زریں مثال ایثار اور تبتل الی اللہ سے تھا۔ جو آپؑ نے حکم خدا کے ماتحت اپنے بیٹے اور بیوی کو ایک ویرانہ جنگل میں چھوڑ کر قائم کی تھی۔ اس لئے کعبہ کو ایک متبرک یادگار کی خصوصیت بھی حاصل تھی۔ مگر رفتہ رفتہ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد نے اس سبق کو تو بھلا دیا۔ اور محض بت پرستی قائم کر دی۔ لیکن اخلاص کبھی ضائع نہیں جاتا۔ آخر وہ گھر شرک سے پاک و صاف ہوا اور خدائے واحد کی عبادت کے لئے وقف ہوا۔

اب جو مسلمان کعبہ میں جاتے ہیں۔ یا اس کے گرد طواف کرتے ہیں۔ اس سے ظاہری غرض یہ ہے۔ کہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اس یادگار کو قائم رکھتے ہیں۔ اور ان کی مثال سے سبق سیکھنا چاہتے ہیں جب

ہم صفا مروہ میں دوڑتے ہیں۔ اور چاہ زمزم کا پانی پیتے ہیں۔ تو ہم کو حضرت ہاجرہؑ کی بیقراری اور اضطراب۔ اور اس پر خدا کے فضل و کرم یاد آجاتے ہیں۔ اور دل میں بے اختیار ایک ولولہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم بھی خدا کی راہ میں اسی طرح مشکلات جھیلیں۔ اور آخر کار اس کے انعام و افضال کے مورد بنیں۔ ہم حجر اسود کو چومتے ہیں۔ نہ اس واسطے کہ وہ معبود ہے۔ نہ اس واسطے کہ وہ خدا ہے۔ یا خدائی صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ نہ اس خیال سے کہ وہ ہماری مرادیں دے گا بلکہ محض اس خیال سے کہ وہ ایک مقدس اور پاک نبی کے ہاتھ کا رکھا ہوا پتھر ہے جس نے ہمیں جسمانی اور روحانی نیکیوں کی راہ دکھائی اور ہمارے لئے اپنی نیک مثال چھوڑ گیا

ہم کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ نہ اس لئے کہ ہم اس کو پوجتے ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ یہ بھی خدا کی اطاعت میں ایک عاشقانہ اور سرفروشانہ فعل ہے اور اس سے ہمارے دلوں میں حضرت ابراہیمؑ کے عشق الٰہی کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ غرض جو ہم حج میں کرتے ہیں۔ اس کے نیچے ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اور ایک اخلاقی و روحانی سبق۔

ہم ایام حج میں احرام باندھ کر وہ لباس پہنتے ہیں۔ جو حضرت ابراہیمؑ کا لباس تھا۔ اور دنیا کی ابتدائی تہذیب کا نمونہ ہے۔ جب ہم

اس لباس کہن کو طرز جدید کے مکلف اور فیشن ایبل سوٹ، دستار ٹوپی کوٹ اصدری، پتلون، گلوبند، اور شلوار سے مقابلہ کرتے ہیں تو خدا کی قدرت کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس نے انسان میں کہاں تک ترقی کرنے کا مادہ عطا کیا ہے۔ اور جب جسمانی رنگ میں اس کی ترقی لامحدود ہے۔ تو اسی طرح روحانی ترقی بھی لامحدود ہے۔

حج میں مساوات کا نقشہ

اس کے علاوہ حج سے ہمیں نسل انسانی کی مساوات کا سبق ملتا ہے۔ ہر چند کہ اسلامی تعلیم کا محور حریت و مساوات ہے۔ مگر اس کا عملی نقشہ حج میں ہی نظر آتا ہے۔ ایک بادشاہ کو صف نماز میں ایک گدائے بے نوا کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہے۔ اور زبان حال سے مساوات کی تعلیم دے رہا ہے۔ مگر پھر بھی بادشاہ بادشاہ ہے اس کا شاہی لباس۔ اس کا تاج۔ اس کا طغرائے مزین اس کو گدائے بے نوا سے ممتاز کرنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن حج میں نہ وہ فاخرہ لباس ہے۔ نہ تاج شاہی۔ بلکہ سر کے بالوں کی تلاش بھی اگر کوئی وجہ امتیاز ہو سکتی تھی۔ تو وہ بھی مفقود ہے۔ الغرض

وہ نقشہ ہے کہ بادشاہ و گدا میں کچھ فرق نہیں۔ یہ وہ مساوات ہے۔ جو فرقہ سوشلیسٹ (فرقہ اشتراکیہ) کے خواب ہائے پریشان کی تعبیر کہلا سکتی ہے۔ اور جس کے حصول کا فخر اسلام اور داعی اسلام محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

اَلسَّفَرُ وَسِیلَۃُ الظَّفَرُ

علاوہ ازیں اسلام ایک عملی مذہب ہے۔ ایک زندہ مذہب ہے اور وہ مذہب ہے۔ کہ انسان کے روحانی و جسمانی ترقی کا دارومدار اس پر ہے۔ اس کی تعلیم دنیا و دین کے شعبوں کی آبیاری کرتی ہے یہ ایک حقیقت مسلمہ ہے۔ کہ دنیا میں کامیابی و ظفر کے لئے سفر بھی ضروری ہے۔ چنانچہ مثل ہے۔ کہ السفر وسیلۃ الظفر اور خود قرآن مجید نے اپنے پیروں کو بار بار سیروا فی الارض (زمین میں سیر کرو) یہ حکم دیا ہے۔ دنیا کی متمدن و مہذب اقوام کی تاریخ پر غور کرو تو معلوم ہوگا۔ کہ ان کو سب عروج و کمال سفر کی بدولت حاصل ہوا ہے۔ اور جو قومیں گھر بیٹھنے کی شیدا ہوئیں۔ وہ مٹ گئیں اسلئے اسلام نے بھی اپنے پیروں کے لئے زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ

توسفر ازمن کر دیا۔ تاکہ جہاں دینی اور روحانی برکات سے مسلمان متمتع ہوں۔ وہاں دنیاوی اور جسمانی لحاظ سے بھی تجارت و واقفیت عامہ کا ذخیرہ بہم پہنچائیں۔ لیکن چونکہ سفر ہر ایک شخص نہیں کر سکتا۔ اس لئے اسلام نے استطاعت کی شرط لگا دی ہے۔ کہ مسلمانوں کو تکلیف مالا یطاق نہ ہو۔ اور الدین یُسرٌ دین کی بنیاد آسانی پر ہے) کی حکمت بالغہ ہاتھ سے نہ جائے۔

اتحاد قومی

اسلام نے اخوت باہمی اور اتحاد قومی پر بڑا زور دیا ہے۔ کوئی قوم دنیا میں اقبال مند ہو سکتی ہے۔ جو اتحاد اخوت کے شیرازہ میں منضبط ہو۔ اسی لئے اسلامی عبادت میں علی العموم ایک قومی اجتماع کا رنگ نظر آتا ہے۔ نماز پنجگانہ میں تاکید ہے۔ کہ حتی الامکان نمازیں باجماعت ادا کی جائیں۔ گویا چوبیس گھنٹے میں پانچ مرتبہ مسجد میں ایک چھوٹے پیمانہ پر قومی مجمع ہوتا ہے۔ اس سے بڑا مجمع ہر ہفتہ جمعہ کی نماز میں ہوتا ہے۔ اور اس سے بھی بڑا مجمع سال میں دو مرتبہ عیدین کی تقریب پر ہوتا ہے۔ جس میں نہ صرف شہر کے لوگ ہی ایک جگہ ..... جمع ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دیہات و مضافات کے مسلمان بھی

اپنے شہری بھائیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ان سب سے بڑا مجمع جہاں دنیا جہاں کے مسلمان اطراف و اکناف عالم سے جمع ہوتے ہیں۔ حج ہے۔ جہاں رومی و شامی ترکی و ایرانی عربی۔ و عجمی چینی و تاتاری، ہندوستانی و انگلستانی، یورپین اور ایشیاٹک۔ غرض ہر سر زمین کے مسلمان ایک ہی لباس میں جمع ہوتے ہیں۔ اور وحدت قومی کا ایک دلکش منظر پیش کرتے ہیں۔

پانچواں باب

ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا تعلق کعبہ سے

پچھلے باب میں ہم نے بتایا ہے کہ حج کعبہ ابو الانبیا حضرت ابراہیمؑ آپ کے بیٹے حضرت اسماعیلؑ اور آپ کی بی بی ہاجرہؓ کی یادگار ہے اور اصل میں دیکھیے تو زیارت کعبہ سے ہمیں صبر و تحمل رضائے الٰہی اور خدا کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا سبق ملتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ کعبہ صرف ایک ایسی یادگار ہی نہیں۔ جیسے ہم خود اپنی

مرضی سے مقرر کریں۔ بلکہ اس کا وجود ایک نشان الٰہی ہے جس سے
خدا کی قدرت کاملہ کا پتہ لگتا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کی صداقت پر بھی یہ ایک زبردست دلیل ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل کی اولاد میں سے تھے
اور اس لحاظ سے آپ حضرت ابراہیمؑ کے پوتے تھے جب آپ نے
نبوت کا دعوےٰ کیا۔ تو آپ کا فرض منصبی یہ بھی تھا۔ کہ آپ پہلے
انبیاء کی تطہیر کریں۔ اور اُن کو ان الزاموں سے بری ٹھہرائیں جو اُن
کی قوم غلطی سے اُن کی طرف منسوب کرتی تھی۔ کیونکہ آپ ہی سب
سے آخری نبی تھے۔ اور آپ کے بعد کبھی کوئی نبی نہیں آنا تھا۔
جو اس ضروری کام کو انجام دیتا۔ چنانچہ حضرت مسیح ناصری پر جو
غلط اور ناپاک الزامات یہودی لگاتے تھے۔ اُن سب کی تردید
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کی۔ اسی طرح جو غلط باتیں عیسائیوں
نے غلطی و بیجا محبت سے حضرت مسیح کی طرف منسوب کی تھیں
ان کی تردید بھی کی۔ حضرت سلیمان کے متعلق بھی جو باتیں مشہور
ہوگئی تھیں۔ وہ ان کی شان کے شایاں نہ تھیں۔ ان کو بھی اُن
الزامات سے پاک ٹھہرایا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ ماکفر سلیمان یعنی سلیمان
نے کفر نہیں کیا۔

اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے متعلق بھی مشرک عربوں نے شرک کفر کی باتیں منسوب کر رکھی تھیں۔ اور چونکہ عرب حضرت ابراہیمؑ کی بڑی عزت کرتے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجت ملزمہ کے طور پر فرمایا۔ کہ تم تو ملت ابراہیمی کا ادعا کرتے ہو مگر ملت ابراہیمی پہ تو تم قائم نہیں۔ بلکہ میں قائم ہوں۔ کہ میں مواحد ہوں۔ اور وہ بھی موحد تھا۔ اور تم مشرک ہو۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام شرک سے بیزار تھے۔

مَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝

وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسی توحید پہ قائم تھے جس کی تعلیم حضرت ابراہیمؑ نے اپنی اولاد کو دی تھی۔ مگر ظاہری طور پر کعبہ جو حضرت ابراہیمؑ کا بنا کردہ خانہ خدا سمجھا جاتا تھا مشرکوں کے قبضہ میں تھا۔ اور اس میں انہوں نے بُت رکھے ہوئے تھے۔ اب کفار عرب کی طرف سے مسلمانوں پہ یہ حجت ملزمہ قائم تھی کہ اگر تم ملت ابراہیمؑ پہ ہو۔ تو کیوں ابراہیمؑ کے کعبہ کی طرف منہ نہیں کرتے۔ اور کیوں اس کو اپنے قبضہ میں نہیں لاتے۔ حالانکہ ہم اس کعبہ کو اپنا کعبہ سمجھتے ہیں۔ اور یہ ہمارے قبضہ میں بھی ہے چنانچہ

اس حجت ملزمہ کی طرف تحویل کعبہ کی آیات میں اشارہ بھی موجود ہے ومن حیث خرجت فول وجھك شطر المسجد الحرام وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ لئلا یکون للناس علیکم حجۃ

اور جہاں کہیں سے بھی تم نکلو۔ اپنا منہ مسجد مقدس کی طرف پھیرلو اور جہاں کہیں بھی تم ہو۔ اپنے منہ اس کی طرف پھیرلو۔ تاکہ لوگوں کو تمہارے خلاف حجت نہ مل جائے۔

غرض ایک تعلق تو کعبہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہی تھا کہ آپ اس ابوالانبیاء کی اولاد میں سے تھے جس نے کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور آپ کی تعلیم کی پہلی مخاطب بھی وہی قوم تھی۔ جو حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کہلاتی تھی۔ اور انہیں اپنا بزرگ اور ہادی مانتی تھی۔ اسلئے طبعی طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دل یہی چاہتا تھا۔ کہ آپ کا قبلہ وہی ہو۔ جو آپ کے مورث اعلےٰ حضرت ابراہیمؑ کا تھا لیکن اس وقت وہ خانہ خدا بتخانہ بنا ہوا تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ امر برا بھی معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا قبلہ وہ ہو جو بتوں سے آباد ہے۔ اس لئے جب اللہ تعالےٰ نے آپ کا وہ قبلہ مقرر کیا تو ساتھ یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ:۔

قد نری تقلب وجھك فی السماء فلنولینك قبلۃ ترضٰھا

بے شک ہم دیکھتے ہیں کہ تیری آنکھیں آسمان کی طرف لگی ہوئی ہیں

پس ہم تجھ کو اس قبلہ کا والی کر دینگے جس کو تو پسند کرتا ہے۔
لیکن ایک اور روحانی تعلق جو حضرت ابراہیمؑ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تھا۔ اور جس پر قرآن مجید شاہد عادل ہے وہ یہ تھا کہ حضور پر نورؐ کی بعثت اصل میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی قبولیت کا نتیجہ تھی۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کے وقت جب اپنے بیٹے اسماعیلؑ اور بی بی ہاجرہ کو ایک بے آب وگیاہ جنگل میں چھوڑا ہے۔ تو اس وقت آپ نے دعا کی تھی کہ:۔

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلو علیھم ایتک ویعلمھم
الکتاب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم

ترجمہ:۔ اے ہمارے پروردگار ان میں انہی میں سے ایک رسول بھی مبعوث فرما جو اُن پر تیری آیات پڑھے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھائے۔ اور ان کو پاک کرے بیشک تو عزت والا اور حکمت والا ہے

اس دعا کی قبولیت کا ثمرہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ام القریٰ یعنی مکہ میں مبعوث ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی دعا کے الفاظ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق قرآن مجید میں یوں دہرایا گیا ہے۔

ھوالذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایتہٖ

ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفى ضلٰلٍ مبين o

خدا وہ ہے کہ جس نے اُمّ القریٰ کے رہنے والوں میں ایک رسول مبعوث کیا۔ جو اُن پر خدا کی آیات پڑھتا ہے اور اُن کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ دراں حالیکہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے

گویا جو دعا حضرت ابراہیمؑ نے جناب باری میں کی تھی۔ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود میں پوری ہوئی۔ اور آپ ہی وہ رسول ہیں۔ جو مکہ والوں کو کتاب وحکمت سکھلاتے۔ ان پر آیات الٰہی پڑھتے۔ اور ان کا تزکیہ نفس کرتے ہیں۔ اس لئے یہی مناسب تھا کہ جس نبی کی دُعا سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وابستہ ہے جو تمام انبیاء کا مورث اعلیٰ یا ابو الانبیاء کے نام سے موسوم ہے جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جدامجد ہے۔ جس کی اولاد آپ کی تعلیم کی سب سے پہلی مخاطب ہے۔ اس نبی کا قبلہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا قبلہ ہو۔ اور جس طرح حضرت ابراہیم کی اولاد کو آپ نے ناپاک عقائد اور بڑے بڑے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔ اُسی طرح اُس گھر کو بھی آپ ہی بتوں سے پاک وصاف

کریں۔ جو حضرت ابراہیمؑ نے محض خدائے واحد کی عبادت کے لئے بنایا تھا۔

اس کے علاوہ خانہ کعبہ سب سے پرانا گھر یا بیت العتیق ہے جس کو قرآن مجید نے عبادت الٰہی کا سب سے پہلا گھر قرار دیا ہے اَوَّلُ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ الَّذِیْ بِبَکَّۃَ خدا کی عبادت کے لئے لوگوں کے واسطے پہلا گھر مکّہ میں ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت ہمیں سکھائی ہے وہ سب سے آخری شریعت ہے۔ اب کوئی جدید قانون الٰہی اس قانون کے بعد نافذ نہیں ہو سکتا۔ پس کعبہ سب سے پہلا خانہ خدا ہے۔ اور اسلام سب سے آخری مذہب ہے۔ اس لئے اس آخری مذہب کا مرکز۔ اس کا کعبہ اور اس کا قبلہ بھی وہی ہونا چاہیئے تھا۔ جو سب سے پہلا خانہ خدا ہے۔ کہ اول را بآخر نسبتے است

غرض ان گوناگوں حکمتوں کی وجہ سے کعبہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک گہرا تعلق تھا۔ اور اسی لئے خدائے کریم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کا قبلہ کعبہ کو ہی قرار دیا۔ اور اس کا حج فرض ہوا۔

چھٹا باب

حج فرض ہے

اس سے پہلے ہم بتا چکے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے اسلام کا مرکز خانہ کعبہ کو ہی قرار دیا ہے اس مرکز کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے ضروری تھا۔ کہ اہل اسلام کا اس خانہ خدا سے ایک دائمی تعلق قائم ہو جائے۔ شریعت اسلام نے اس تعلق کو حج فرض قرار دے کر قائم کیا ہے۔ اور اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ آج اطراف واکناف عالم کے مسلمان کشاں کشاں خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ وہاں خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ اور ان مقامات کو دیکھتے ہیں جو حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کی بی بی حضرت ہاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کی یادگاریں ہیں۔

حج خانہ کعبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایثار اور بے نفسی کا ثبوت

غیر مذاہب کے مشنری عموماً اعتراض کیا کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ ایک جاہ طلب اور شہرت پسند انسان تھے لیکن حج کعبہ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال سادگی اور ایثار اور بے تعصبی کا ثبوت ملتا ہے۔ آپؐ کی شریعت اس گنبد خضریٰ کا حج ضروری قرار نہیں دیتی۔ جہاں آپ خواب استراحت میں ہیں بلکہ آپ اپنے پیرؤں کو حکم دیتے ہیں کہ تم اس گھر میں جمع ہو۔ جو حضرت ابراہیمؑ نے عبادت الٰہی کے لئے تعمیر کیا تھا۔ کیا ایک شہرت پسند آدمی یہ پسند کر سکتا ہے کہ اس کے نام لیوا کسی دوسرے بزرگ کی یادگار قائم کریں اور اس کے اپنے مزار کا نام بھی نہ لیں لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ صرف خانہ خدا کا حج مقرر کر کے اپنی بے نفسی اور بے غرضی کا ثبوت دیتے ہیں بلکہ تاکیداً فرماتے ہیں کہ لَا تَجۡعَلُوۡا قَبۡرِیۡ وَثَنًا میری قبر کو پرستش گاہ مت بناؤ کیا ایسا شخص بھی خود غرض یا جاہ طلب ہو سکتا ہے!

قرآن مجید میں حج کے احکام

خانہ کعبہ کے حج کا حکم قرآن مجید میں ہے اور احادیث میں بھی اس کی تشریح موجود ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً
جو لوگ کعبہ کے سفر کی استطاعت رکھتے ہیں۔ ان پر خانہ خدا کا حج خدا کی طرف سے فرض ہے۔

اس استطاعت سے کیا مراد ہے۔ اس کا جواب یہ ہے سب سے پہلے حج کرنے والا آزاد ہو۔ اور اس کی صحت بھی ایسی ہونی چاہیئے۔ کہ وہ سفر کو پورا کر کے حج سے مشرف ہو سکے۔ دوم اس کے پاس اس قدر روپیہ ہونا چاہیے جس سے وہ کافی زادِراہ لے سکے۔ اور اپنے اہل و عیال کے لئے اپنے پیچھے کافی سرمایہ چھوڑ جائے کہ اُن کی اس کی غیر حاضری میں تکلیف نہ ہو۔ سوم سفر میں اس کی جان کے لئے کوئی خطرہ نہ ہو۔

پس جس شخص کو یہ تینوں باتیں حاصل ہوں۔ اس پہ حج فرض ہو جاتا ہے۔ سفر حج میں زادِراہ لینے کے لئے قرآن مجید میں ہے۔

وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی وَاتَّقُوْنِ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ
زادِراہ لے لو۔ اور اس میں شک نہیں کہ زادِراہ لینے سے فائدہ یہ ہے۔ کہ انسان تقویٰ حاصل کرتا ہے اے دانشمندو مجھ سے ڈرو

اس آیت شریفہ میں خداتعالےٰ نے صاف بتا دیا ہے۔ کہ حج کا عزم کرنے والوں کو سفر مکہ کے لئے زادِراہ لے لینا چاہیئے۔ اور

محض توکل پر ہی گھر سے قدم باہر نہیں رکھنا چاہیے۔ مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ بعض لوگ ایام جاہلیت میں توکل کے بہانہ پر زادِ راہ نہ لیتے۔ اور حج کے لئے نکل پڑتے۔ اور پھر یا تو بھیک مانگتے یا چوری کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ایسے لوگوں کو اس قسم کے توکل سے منع فرمایا ہے۔ بعض لوگ اس کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ چونکہ قرآن مجید کے ایک حکم کی غرض انسان کی روحانی ترقی کا وہ درجہ ہے جسے قرآن مجید نے اپنی اصطلاح میں تقویٰ کے نام سے موسوم کیا ہے اس لئے فرمایا۔ کہ اگرچہ ظاہری طور پر زادِ راہ ضروری ہے۔ مگر حج کے اصل مفہوم کو پورا کرنے لئے تقویٰ کی ضرورت ہے اور یہ حقیقی زادِ راہ ہے۔ اور اگر یہ نہیں۔ تو پھر حج بھی کسی کام کا نہیں۔ اُن کے نزدیک تزودوا سے مطلب آخرت کا زادِ راہ ہے۔ یہ معنی بھی درست ہیں۔ لیکن اس صورت میں خَیرُ الزَّادِ التقویٰ کے معنے ہونگے۔ کہ برائی سے اپنے آپ کو بچانا سفرِ آخرت کے لئے بہترین زادِ راہ ہے

حج کے ایام

حج کے ایام اور حاجیوں کے آداب کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد

ہے اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ط۔ حج مشہور مہینوں میں ادا کیا جاتا ہے پس جو شخص ان میں حج کرنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیئے کہ ایام حج میں کوئی گندہ زبانی نہ کرے کسی کو گالی نہ دے۔ اور نہ کسی سے جھگڑا کرے یہ مشہور مہینے، رجب، شوال، ذیقعدہ اور ذی الحج کے ہیں۔ ان ہی ایام میں احرام حج باندھا جاتا ہے۔ ان ہی میں تمام مناسک حج ادا کیئے جاتے ہیں اور پھر نو تاریخ ذی الحج کو حج ختم کر دیا جاتا ہے قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت کے مطابق جب حاجی حج کا احرام باندھ لے تو: اسے مباشرت کرنی چاہیئے۔ نہ کسی کو گالی دینی چاہیئے۔ اور نہ ہی کسی سے لڑائی جھگڑا کرنا چاہیئے۔ ورنہ حج نہیں ہوگا

موسم حج میں تجارت

ملک عرب میں یہ دستور تھا۔ کہ موسم حج میں مکہ میں تجارتی میلے منعقد ہوتے تھے۔ چنانچہ ابن عباسؓ کی ایک روایت سے جو بخاری میں مروی ہے۔ پایا جاتا ہے۔ کہ عکاظ۔ مجنہ اور ذوالمجاز ایام جاہلیت کی منڈیاں تھیں۔ مسلمانوں نے اوّل اوّل یہ خیال کیا۔ کہ یہ بھی ایک جاہلیت کی رسم ہے۔ اس لئے موسم حج میں تجارت کرنا گناہ ہوگا

مگر اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی۔

لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلاً مِّنْ رَّبِّکُمْ۔

تم پر اس بات کا کوئی گناہ نہیں کہ تم خدا کے فضل کی تلاش کرو۔ کہ اگر تم حج کے ایام میں تجارت کرو۔ تو اس میں کوئی گناہ نہیں۔ اس آیت سے پہلے زاد راہ لینے کا حکم ہے۔ اور اس کے بعد معاً تجارت کا حکم یا اجازت ہے۔ اس سیاق سباق سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے۔ کہ اگر ایام سفر میں کوئی تجارتی اشیاء حاجی اپنے ساتھ لے جائیں۔ اور ان کی تجارت کرتے رہیں۔ تو کوئی گناہ نہیں۔ اور ایام حج یا حج سے فارغ ہو کر بھی تجارت کر سکتے ہیں۔

حج کا ذکر احادیث نبوی ؐ میں

حج کے فرض ہونے کے متعلق قرآن مجید کا حکم تو ہم اوپر لکھ چکے ہیں مگر اس کی نسبت احادیث نبوی ؐ میں بھی متواتر ذکر آیا ہے۔ چنانچہ مسلم کی ایک حدیث ہے۔ جس میں حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ پڑھا۔ اور اس خطبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے لوگو تم پر حج فرض کیا

گیا ہے پس حج کرو۔ اس پر ایک شخص نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ اس شخص نے اپنے سوال کو تین دفعہ دہرایا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا۔ تو پھر ہر سال ہی حج واجب ہو جاتا۔ اور تم کو اس کی طاقت نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ دیکھو جو بات میں خود نہ کہوں اس کی نسبت مجھ سے سوال نہ کرو۔ کیونکہ تم سے پہلے لوگ اپنے کثرت سوالات کی وجہ سے اور انبیاءؑ کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے ہی ہلاک ہو چکے ہیں۔ اور جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں۔ تو اپنی مقدرت کے مطابق اس پر عمل کرو۔ اور جب میں کسی چیز سے منع کروں۔ تو اس کو چھوڑ دو[1]۔ حج کی فضیلت اس امر سے ظاہر ہے۔ کہ ایک متفق علیہ حدیث میں رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص حج کرے۔ اور حج کے دوران میں نہ گندہ زبانی کرے اور نہ گالی دے۔ تو اپنے گھر وہ ایسا پاک وصاف ہو کر آتا ہے۔ گویا کہ ماں کے پیٹ سے اب پیدا ہوا ہے[2]

---

[1] عن ابی ھریرۃ قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یاایھا الناس قد فرض علیکم الحج فحجوا فقال رجل اکل عام یا رسول اللہ، فسکت حتی قالہا ثالثا فقال لو قلت نعم لوجبت ۔۔۔ ولما استطعتم ثم قال ذرونی ما ترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سوالھم واختلافھم علی انبیاءھم فاذا امرتکم بشیئ فأتوا منہ استطعتم واذا نھیتکم عن شیئ فدعوہ (رواہ مسلم)

(۱) ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ کوئی تمہیں حاجی ملے۔ تو اس کو سلام کہو۔ اس سے مصافحہ کرو۔ اور پھر اس سے درخواست کرو۔ کہ تمہارے لئے طلب مغفرت کرے کیونکہ اس کے اپنے گناہ تو معاف ہو چکے ہیں۔ [۱]

یہ تو حج اور حاجیوں کی فضیلت ہوئی۔ مگر جو لوگ فریضہ حج کے ادا کرنے میں جان بوجھ کر سستی کرتے ہیں۔ اور بغیر کسی معقول عذر کے اس سے عہدہ برا نہیں ہوتے۔ ان کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت اظہار ناراضی بھی کیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کسی [۲] شخص کو کوئی ظاہری صورت حج سے مانع نہ ہو۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۷ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حج البیت فلم یرفث ولم یفسق یرجع کیوم ولدتہ امہ متفق علیہ

[۱] عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا لقیت الحاج فسلم علیہ وصافحہ ومرہ ان یستغفر لک قبل ان یدخل بیتہ فانہ مغفور لہ (رواہ احمد) [۲] عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یمنعہ من الحج حاجۃ ظاہرۃ او سلطان جائر او مرض حابس فمات ولم یحج فلیمت ان شاء یہودیا وان شاء نصرانیا۔ رواہ الدارمی

اور نہ ہی ظالم بادشاہ حج سے روکے۔ اور نہ ہی اُسے کوئی بیماری ہو اور پھر بھی وہ حج نہ کرے۔ تو اس کی موت یہودی یا نصرانی یعنی عیسائی کی موت ہوگی۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ شریعت اسلام نے حج پر کس قدر زور دیا ہے۔ اور جو لوگ دولت تن درستی۔ امن و امان۔ حفاظت جان کے باوجود اس فریضہ کی ادائیگی میں سستی کرتے ہیں۔ وہ سچے اور پکے مسلمان کہلانے کے کہاں تک مستحق ہیں۔

ساتواں باب

مقامات اور آداب حج کی تشریح

زیارت کعبہ کے آداب بیان کرنے سے پہلے ہم چند الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔ جو حج کے متعلق ہیں۔ اور جن کا جاننا حج کے لئے ضروری ہے۔

میقات

اس مقام کو کہتے ہیں۔ جہاں حج کے ارکان ادا

کرنے کی نیت کی جائے۔ اہل مکہ کے لئے حرم کعبہ ہی میقات ہے مدینہ سے آنے والوں کے لئے ذوالحلیفہ۔ عراق سے آنے والوں کے لئے ذات عراق۔ شام سے آنے والوں کے لئے حجرہ نجف سے آنے والوں کے لئے قران۔ یمن اور ہندوستان سے آنے والوں کے لئے یلملم میقات ہیں۔ جو لوگ اِن راستوں کے علاوہ کسی دوسرے راستہ سے آئیں۔ اُن کا میقات کوئی ایسا مقام ہوگا۔ جو مندرجہ بالا قصبات میں سے کسی کے بالمقابل یا متصل ہوگا۔ اگر حج کرنے والے کا وطن ان میقات میں سے بھی نزدیک تر ہو تو اُس کا میقات اس کا مسکن ہوگا۔

میقات پر پہنچ کر حاجی کو حجامت بنوانا اور غسل کرنا یا وضو کرنا چاہیئے۔

احرام:۔ حج کرنے کی تیاری کے آداب کو احرام کہتے ہیں اس میں صرف ایک چادر بطور تہ بند کے باندھتے ہیں۔ اور ایک چادر اوڑھنے کے لئے ہوتی ہے۔ یہ چادر اس طرح اوڑھی جاتی ہے کہ اس کا ایک سرا دائیں بغل سے نکال کر بائیں شانہ پر اور دوسرا سرا بائیں بغل سے نکال کر دائیں شانہ پر لٹکاتے ہیں۔ یہ چادریں یا تو بالکل نئی ہونی چاہئیں۔ یا دھوئی ہوئی ہونی چاہئیں۔ اگر ہوسکے

تو ان کو خوشبو لگا لینی چاہیئے۔
اس وقت سر کو ڈھانکنا یا ایسا کپڑا پہننا جو قطع کر کے سیا گیا ہو اور موزہ یا جراب پہننا ناجائز ہیں۔ ہاں اس صورت میں کہ جوتی میسر نہ ہو۔ موزہ پہننے میں ہرج نہیں۔ مگر اس حالت میں موزہ کو ٹخنوں تک کاٹ دینا چاہیئے۔ اس وقت شکار کھیلنا یا کسی دوسرے کو شکار بتانا۔ یا کسی جانور کو مارنا، تیل لگانا، مہندی لگانا۔ فحش باتیں کرنا۔ کسی کو ناراض کرنا۔ سر منڈانا، ناخن اتارنا یا اترانا۔ داڑھی کترنا یا کترانا، خوشبو سونگھنا۔ یا اس قسم کے سامان عیش منع ہیں۔ سر ننگا رکھنے کے حکم سے عورتیں مستثنےٰ ہیں

محرم :۔ احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں

حج :۔ ماہ ذی الحج کی آٹھویں تاریخ سے تیرھویں تاریخ تک جو ارکان خانہ کعبہ کی زیارت کے متعلق بجا لائے جاتے ہیں ان کو حج کہتے ہیں

عمرہ :۔ ایام حج کے علاوہ باقی ایام میں زیارت و طواف مع آداب کو عمرہ کہتے ہیں۔

حج کے تین اقسام

۱۔ حج افراد ۔۲۔ حج قران ۳۔ حج تمتع ....

حجِ افراد وہ ہے کہ صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے ایسی نیت والے حاجی کو مفرِد کہتے ہیں۔

حجِ قِران۔ وہ ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جائے۔ ایسے حاجی کو قارن کہتے ہیں۔

حجِ تمتع:۔ وہ ہے کہ صرف عمرہ کی نیت سے احرام باندھا جائے مگر عُمرہ کے بعد احرام حج باندھ لیا جائے۔ ایسے حاجی کو متمتع کہتے ہیں

تلبیہ اس دعا کے پڑھنے کو کہتے ہیں۔ جو بعد از احرام ہر ایک وادی اور پہاڑی نشیب فراز پر بآواز بلند پڑھی جاتی ہے عورتیں اس دُعا کو دھیمی آواز سے پڑھتی ہیں۔ وہ دُعا یہ ہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰہِ وَالنِّعْمَةَ لَکَ الْمُلْکُ
لَکَ وَلَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔

اے خدا ہم تیرے لئے حاضر ہیں۔ تیرے لئے ہی حمد ہے اور تیری ہی نعمت ہے۔ کوئی تیرا شریک نہیں۔ اے خدا ہم تیرے لئے حاضر ہیں

اس میں سے کوئی کلمہ کم نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر کچھ اس میں زیادہ کر دیا جائے۔ تو بھی جائز ہے بعض نے یہ دعا یوں بھی لکھی ہے۔

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ الْحَمْدُ لَکَ النِّعْمَةُ

لَکَ الْمُلْکُ لَکَ وَلَا شَرِیْکَ لَکَ

اے خدا ہم تیرے لئے حاضر ہیں۔ کوئی تیرا شریک نہیں ہم تیرے لئے حاضر ہیں۔ تیرے ہی لئے حمد ہے۔ اور تو ہی نعمت کا مالک ہے۔ اور تیرا ہی ملک ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں

عرفات: مکّہ سے شمال مشرق کی طرف جبل الرحمہ کے پاس طائف کی راہ میں ایک چھوٹا سا میدان ہے۔ پیادہ آدمی مکہ سے دوپہر کے بعد چل کر آسانی سے شام کو وہاں پہنچ جاتا ہے۔

منیٰ۔ مکّہ اور عرفات کے درمیان ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں پیادہ یا مکّہ سے دو تین گھنٹہ میں پہنچ سکتے ہیں۔

مزدلفہ۔ منا اور عرفات کے درمیان ایک مقام ہے جہاں پیادہ یا مکّہ سے دو تین گھنٹہ میں پہنچ سکتے ہیں۔

بطن محشر: ایک مختصر میدان ہے۔ جو مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ اصحاب فیل یہاں ہی آکر ٹھہرے تھے۔

رمیٰ:۔ رمیٰ کے معنے ہیں۔ پتھر مارنا یا پھینکنا۔ منیٰ میں تین ٹیلے بنے ہوئے ہیں۔ ایک کا نام جمرہ اولیٰ ہے۔ دوسرے کا جمرہ وسطےٰ۔ تیسرے کا نام جمرۃ العقبہ ان میں سے ہر ایک پر سات

سات کنکریاں مارنے کو رمی کہتے ہیں۔

طواف:۔ خانہ کعبہ کے گرد گھومنے کو طواف کہتے ہیں۔ طواف حجر اسود سے شروع ہوتا ہے۔ سات دفعہ اس کے گرد پھیرا جاتا ہے ایک مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے۔ اگر بوسہ نہ دیا جائے تو صرف ہاتھ سے اشارہ کر دیں۔ مگر یہ احتیاط رہے۔ کہ ایسا کرنے میں کسی مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ پہلے تین دفعہ جلدی اور مونڈھے ہلا کر چلتے ہیں۔ اس خاص چال کو رمل کہتے ہیں۔ اور باقی چار مرتبہ معمولی چال سے طواف کیا جاتا ہے۔ عورتوں کو رمل کا حکم نہیں۔

طواف قدوم۔ پہلے طواف کو طواف قدوم کہتے ہیں

طواف وداع: آخری طواف کو طواف وداع کہتے ہیں

صفا:۔ ایک پہاڑی کا نام ہے۔ جو خانہ کعبہ کے جنوب مشرق کی طرف واقعہ ہے۔ یہ باب الصفا کے پھاٹک سے چھہتر قدم کے فاصلہ پر ہے۔

مروہ - ایک دوسری پہاڑی صفا کے مقابل کعبہ کے دوسری جانب ایک سو سات سٹھ قدم کے فاصلہ پر ہے۔

سعی:۔ سعی کے معنے ہیں۔ دوڑنا۔ اصطلاح حج میں صفا مروہ کے درمیان جلد جلد چلنے اور سات پھیرے کرنے کو کہتے ہیں۔ اور ان

دونوں پہاڑیوں کے درمیان کے راستہ کو مسعیٰ کہتے ہیں مسعیٰ کی کل مسافت ہم سو ترانوے قدم ہے۔

شوط:- ہر ایک پھیرا شوط کہلاتا ہے۔ پہلا شوط صفا سے شروع ہوتا ہے۔ اور پچھلا شوط مروہ پر ختم ہوتا ہے۔ عورتوں کو صفا مروہ کی چوٹیوں پر جانے کا حکم نہیں اگر کوئی اشد مانع نہ ہو تو سعی پا پیادہ کرنی چاہیئے۔

آٹھواں باب

آداب حج

نیت اور سفر

آداب اور ترتیب حج اس طرح پر ہے۔ کہ انسان گھر سے حج کی نیت کر کے چلے۔ چلنے سے پہلے زادِ راہ لے لے۔ اہل وعیال کے لئے اپنی غیر حاضری کے ایام میں کافی سرمایہ چھوڑ جائے کہ وہ اس سے گذارہ کریں۔ سفر خرچ اور اہل وعیال کے

لئے جو کچھ چھوڑے خالص حلال کا مال ہو۔ اگر صاحب جائداد اور دولت مند ہے۔ تو تحریری وصیت لکھ جائے۔

راستہ میں لغو اور فحش باتوں سے پرہیز رکھے۔ اور تمام ان باتوں کو بجا لاتا رہے۔ جو تقویٰ اور خشیت اللہ کے لئے ضروری ہیں۔ اور عورت حج کرنے کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ اس کے ساتھ یا تو اس کا شوہر ہو یا کوئی اور محرم۔ ان دونوں کے علاوہ کسی اور رفیق راہ کو لے کر چلنا عورت کے لئے ناجائز ہے

احرام

میقات پر پہنچ کر احرام باندھے۔ اور احرام باندھنے سے پہلے غسل کرلے۔ یا کم از کم وضو کرے۔ مگر غسل افضل ہے اور دو چادریں پہنے ایک تہ بند۔ اور دوسری اوڑھنے کے لئے یہ دونوں چادریں یا تو بالکل نئی ہوں۔ یا دھوئی ہوئی ہوں۔ اگر ہو سکے۔ تو ان دونوں چادروں کو خوشبو لگائے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کرے۔ اور پھر یہ الفاظ کہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ

"اے میرے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لئے یہ آسان

کر دے۔ اور مجھ سے یہ قبول فرما۔
اس کے بعد پھر تلبیہ کرے

حالت احرام

حالت احرام میں فحش کلامی گالی اور لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرتا رہے۔ نہ ہی شکار کرے نہ شکار بتائے۔ نہ ہی سیا ہوا کپڑا مثلاً شلوار، پاجامہ، عمامہ، ٹوپی، چوغہ کوٹ یا قبا صدری وغیرہ پہنے۔ نہ جرابیں نہ موزے پہنے۔ اگر جوتی نہ ہو تو اس صورت میں موزے پہن سکتا ہے۔ مگر ان کو ٹخنوں سے اوپر کاٹ دے نہ ہی حجامت بنوائے نہ ہی ناخن کترے یا کتروائے۔ نہ ہی داڑھی کترے نہ کتروائے۔ ہاں غسل کر سکتا ہے اور روپوں کی ہمیانی کمر کے ساتھ باندھ سکتا ہے۔

احرام میں حاجی کو چاہیئے۔ کہ ہر ایک نماز کے بعد کثرت کے ساتھ بلند آواز سے تلبیہ پڑھے اور ہر ایک نشیب و فراز زمین پہ بھی تلبیہ کا ورد کرتا رہے۔ اور ہر ایک صبح یا جب بھی اسے کوئی سوار ملے تو بھی تلبیہ کرے۔

مکّہ میں داخلہ

جب مکّہ معظمہ میں داخل ہو تو سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو۔ اور جب خانۂ خدا کی زیارت کر رہا ہو تو تکبیر و تہلیل کرے پھر طواف حجر اسود سے شروع کرے اس کو بوسہ دے یا اس کو اپنے ہاتھ سے چھوئے۔ مگر یہ خیال رہے کہ کسی دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے اور دھینگا مشتی نہ ہو۔ پھر سات مرتبہ خانہ کعبہ کے گرد طواف کرے۔ پہلی تین دفعہ میں رمل کرے۔ یعنی مونڈھے ہلاکر چلے۔ اس کے بعد پھر چار مرتبہ معمولی چال سے طواف کرے اور ہر پھیرے پر اگر ہو سکے تو حجر اسود کو بوسہ دے اور طواف کو بوسہ پر ہی ختم کرے۔

یہ طواف طواف قدوم کہلاتا ہے۔ اور یہ مسنون ہے فرض نہیں اور اہل مکّہ کے لئے طواف قدوم ضروری نہیں طواف قدوم سے فارغ ہو کر پھر مسجد میں جہاں کہیں موقعہ ملے دو رکعت نماز پڑھے۔

سعی صفا و مروہ

اس کے بعد پھر صفا کی طرف نکلے اور اس پر چڑھ جائے اور قبلہ رو ہو کر تکبیر و تہلیل کرے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔ اور اللہ تعالے سے دعائیں مانگے۔ پھر مروہ کی طرف اُترے اور معمولی چال سے چلتا رہے۔ لیکن جب وادی کے وسط میں پہنچے۔ تو پھر اس میں دو میل تک دوڑے یہاں تک کہ مروہ تک پہنچ جائے۔ پھر اس پر چڑھ جائے اور اس طرح تکبیر و تہلیل اور درود شریف پڑھے۔ جس طرح کہ صفا پر پڑھا تھا۔ اور دعائیں مانگے پھر سات دفعہ صفا و مروہ کے گرد اس طرح طواف کرے کہ صفا سے شروع کرے مروہ پر ختم کر دے۔ پھر بحالت احرام میں ہی مکہ شریف میں مقیم رہے۔ اور جب کبھی موقعہ ملے۔ طواف کرے

یوم ترویہ

یوم ترویہ سے پہلے امام خطبہ پڑھتا ہے۔ اور لوگوں کو منیٰ اور عرفات میں جانے اور نمازیں ادا کرنے کے متعلق سمجھاتا ہے

پس حاجی کو چاہیئے یوم ترویہ کو صبح کی نماز کے بعد منیٰ کی طرف نکلے اور وہاں ٹھہرے یہاں تک کہ یوم عرفہ کی نماز وہاں ہی پڑھے پھر بعد از طلوع آفتاب عرفات کی طرف چلے اور وہاں پہنچ کر قیام کرے جب یوم عرفہ کے دن آفتاب ڈھلے تو لوگوں کے ساتھ امام کے پیچھے نماز ظہر و عصر ادا کرے۔ اس دن نماز ظہر و عصر جمع کر لی جاتی ہے۔ یعنے نماز ظہر کے وقت ہی عصر بھی پڑھ لیتے ہیں۔ اور جو شخص سفر میں ہی نماز ظہر ادا کر لے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اس نے عصر کی نماز بھی ادا کر لی۔

اس دن امام پہلے خطبہ پڑھتا ہے۔ اور لوگوں کو مزدلفہ اور عرفات میں ٹھہرنے رمی الجمار اور قربانی کرنے کے متعلق وعظ کرتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ عرفات پہنچنے سے پہلے غسل کر لیا جائے اور دعا میں بہت کوشش کی جائے پس جب آفتاب غروب ہو جائے تو لوگ اور امام وہاں سے چل پڑیں۔ اور مزدلفہ پہنچیں وہاں قیام کریں اور رات بسر کریں

قیام مزدلفہ

مستحب یہ ہے کہ قیام مزدلفہ میں اس پہاڑ کے قریب قیام

کیا جائے جس کو قزح کہتے ہیں۔ اس جگہ امام مغرب و عشاء
کی نمازیں عشاء کے وقت ایک ہی اذان اور اقامت کے ساتھ
پڑھاتا ہے۔ اور جو کوئی راستہ میں ہی مغرب اکیلا ہی پڑھ لے
تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ نماز جائز ہے۔ مگر امام ابو یوسفؒ
کا مذہب یہ ہے۔ کہ نماز تو ہو گئی۔ مگر پڑھنے والے نے غلطی
کی جب قربانی کے دن کی صبح ہوتی ہے تو امام صبح سویرے
ہی نماز پڑھتا ہے اور دُعا کرتا ہے۔ مزدلفہ میں ہر جگہ سوائے
بطن محسر کے قیام کیا جا سکتا ہے۔

منیٰ

جب سورج چڑھتا ہے۔ تو امام لوگوں کے ساتھ مزدلفہ
سے روانہ ہو کر منیٰ پہنچتا ہے۔ اور جمرہ عقبیٰ سے شروع کرتے
ہیں۔ جس میں سات کنکریاں مارتے ہیں۔ اور ہر ایک کنکری کے
ساتھ تکبیر کہتے ہیں۔ اور پہلی کنکری کے ساتھ تلبیہ موقوف
کر دیتے ہیں۔ پھر اگر مرضی ہو تو قربانی کرتے ہیں۔ اس کے
بعد سر منڈواتے ہیں۔ یا کترواتے ہیں۔ مگر منڈوانا بہتر ہے
اس وقت حاجی پر تمام چیزیں جو حج کی وجہ سے ممنوع تھیں

حلال ہو جاتی ہیں۔ مگر مباشرت اس وقت جائز نہیں ہوتی۔

طواف زیارت

پھر خواہ اسی دن یا دوسرے یا تیسرے دن مکہ میں آجائے اور سات مرتبہ طواف زیارت کرے۔ اگر سعی صفا، مروہ طواف قدوم کے بعد کی ہے تو اس طواف میں رمل کی ضرورت نہیں اور نہ سعی کی۔ لیکن اگر نہیں کی تو اس طواف میں رمل بھی کرے اور اس کے بعد جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا سعی کرے یہ طواف حج میں فرض ہے۔ اور اس میں تاخیر مکروہ ہے۔ اگر اس میں تاخیر ہو جائے تو امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے، کہ قربانی لازم ہو گی۔

منیٰ کی طرف واپسی

اس طواف کے بعد پھر منیٰ کی طرف واپس چلا جائے اور وہاں ٹھہرے۔ پس جب دوسرے دن سورج ڈھلے تو رمی اس طرح کرے کہ پہلے جمرہ اولیٰ سے سات کنکریاں مارے۔ اور آگے چل دے یہاں تک کہ جمرہ اولیٰ پس پشت ہو جائے۔ وہاں ٹھہر کر تسبیح و درود

شریف پڑھے اور دعا مانگے۔ پھر اسی طرح جمرہ وسطیٰ میں رمی کر کے آگے چل دے اور آخر جمرۃ العقبیٰ کے پاس اگر اسی طرح رمی کرے مگر وہاں دعا وغیرہ کے لئے نہ ٹھہرے بلکہ فوراً واپس ہو جائے

گیارھویں بارھویں تاریخوں میں مندرجہ بالا طریق پر رمی کر کے بارھویں تاریخ کی رمی کے بعد مکہ میں آ سکتا ہے۔ مگر پھر تیرھویں تاریخ کو رمی نہیں کر سکتا۔ اس لئے بہتر یہ ہے۔ کہ منیٰ میں چار دن پورا کر کے پھر مکہ میں آئے۔

طواف وداع

چوتھے دن کی رمی کے بعد پھر اختیار ہے۔ کہ مکہ میں آ کر طواف وداع کرے۔ اور اپنے گھر کو روانہ ہو جائے۔ یہ طواف بھی دوسرے طوافوں کی طرح سات مرتبہ ہوتا ہے۔ مگر اس میں رمل اور سعی نہیں ہوتی۔ یہ طواف اہل مکہ کے لئے ضروری نہیں۔ خاص حالتوں میں عورتوں کے لئے طواف وداع معاف ہے۔

عورتوں کیلئے مراعات

مندرجہ بالا احکام میں مرد و عورت شامل ہیں۔ مگر عورتوں

کو مندرجہ ذیل باتیں معاف ہیں۔

۱۔ چہرہ اور مُنہ کا ننگا کرنا
۲۔ بلند آواز سے تلبیہ کرنا
۳۔ طواف میں رمل
۴۔ سعی بین الصفا والمروہ
۵۔ سر کا منڈوانا
ہاں عورتیں بال کتروا سکتی ہیں

نواں باب ۹

حجۃ الوداع

حج کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل

امت مسلمہ کے لئے ہر ایک دینی امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی اسوہ حسنہ ہیں اور اُن کا عمل ہی امت کے لئے حجت ہے۔ اس لئے ہم حجۃ الوداع کا بیان جو صحیح مسلم کی ایک روایت میں تفصیلی بیان ہوا ہے یہاں درج کرتے ہیں اس سے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا عمل ظاہر ہو جائے گا۔

جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں نو سال تک قیام پذیر رہے اور اس عرصہ میں آپ نے حج نہیں کیا۔

دسویں سال میں لوگوں میں یہ اعلان ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ سُن کر مدینہ کے

بہت سے لوگ نکل کھڑے ہوئے غرض ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے جب ذوالحلیفہ پہنچے۔ تو اسماء بنت عمیس کے ہاں محمد بن ابوبکرؓ پیدا ہوئے۔ اس خاتون نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اب میں کیا کروں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ غسل کر لو اور ایک کپڑے سے لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ لو۔

پس ذوالحلیفہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی اور پھر اپنی سانڈنی پر سوار ہوئے جب سانڈنی میدان میں پہنچی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالےٰ کی توحید بیان کرنی شروع کی اور یہ کلمات تلاوت فرمائے

اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ ؕ

"اے خدا ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہم تیرے لئے حاضر ہیں۔ بیشک تعریف اور نعمت اور ملک تیرے ہی ہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں،،

جابرؓ فرماتے ہیں۔ کہ ہم حج کی نیت کئے ہوئے تھے اور عمرہ کو تو جانتے بھی نہ تھے جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ کعبہ شریف میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور خانہ کعبہ کا طواف سات مرتبہ کیا۔ پہلے تین مرتبہ تو رمل کیا۔ اور چار دفعہ معمولی چال سے طواف کیا پھر مقام ابراہیمؑ پہ گئے اور یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی [1] پکڑو تم مقام ابراہیمؑ کو جائے نماز اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نماز میں سورہ قل ھو اللہ احد اور قل یا ایھا الکافرون تلاوت فرمائی۔ بعد از نماز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر حجر اسود کی طرف واپس تشریف لے گئے۔ اور اسے بوسہ دیا۔ پھر دروازہ سے نکل کر صفا کی طرف رُخ کیا۔ جب صفا کے قریب پہنچے۔ تو آپؐ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَائِرِ اللہِ بیشک صفا و مروہ شعائر اللہ

---

[1] عن جابر بن عبد اللہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکث بالمدینۃ تسع سنین لم یحج ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاج فقدم المدینۃ بشر کثیر کلھم یلتمس ان یاتم برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

میں سے ہیں۔ اور فرمایا

اَبْدَءُ بِمَا بَدَ اللّٰہُ بِہٖ میں تمہیں سے شروع کرتا ہوں جس جگہ سے اللہ تعالےٰ نے شروع کیا ہے پس آپؐ نے صفا سے شروع کیا اور اس پر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ خانہ کعبہ نظر آنے لگا۔ پھر آپؐ نے قبلہ کی طرف منہ کیا اور خدا تعالےٰ کی ستائش اور کبریائی بیان فرمائی۔ اور یہ کلمات تلاوت فرمائے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیْرٌ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ اَنْجَزَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ ٥

سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے اور ہر چیز پر قادر ہے۔

وسلم ويعمل مثل عمله فخرجنا معه حتی اذا اتینا ذوالحلیفة فولدت اسماء بنت عمیس محمد بن ابی بکر فارسلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کیف اصنع قال غتسلی واستثفری بثوب واحرمی فصلی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی المسجد ثم رکب القصواء حتی اذا استوت به ناقته علی البیداء . . . فنظرت الی مد بصری من بین

سوائے خدا کے اور کوئی معبود نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اکیلے خدا نے ہی دشمن کے گروہ کو بھگا دیا؟

یہ کلمات آپ نے تین مرتبہ پڑھے۔ اور درمیان میں دعا بھی کی پھر آپ صفا سے نیچے اُترے اور مروہ کی طرف تشریف لے گئے جب نشیب وادی میں پہنچے تو پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دوڑنے لگے۔ اور جب مروہ کے قریب پہنچ کر چڑھنے لگے۔ تو آہستہ آہستہ چلنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ مروہ پہ پہنچ گئے یہاں بھی آپ نے وہی عمل کیا جو صفا پہ کیا تھا۔ اور جب مروہ پہ آخری طواف ہو چکا تو آپ نے مروہ پہ سے ہی آواز دی ــــ

یدیہ من راکب رماش وعن یمینہ مثل ذالک وعن یسارہ مثل ذالک ومن خلفہ مثل ذالک ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین اظہرنا وعلیہ ینزل القرآن وھو یعرف تاویلہ فما عمل بہ من شئ عملنا بہ فاھل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتوحید لبیک اللھم لبیک لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لک لاشریک لک واھل الناس بھذا الذی تھلون بہ فلم یرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیھم شیئا منہ ولزم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلبیتہ قال جابر لسنا ننوی الا الحج لسنا نعرف

اور لوگوں سے جو پیچھے تھے۔ مخاطب ہوکر فرمایا کہ اگر میں وہ بات جو
پیچھے جان لی ہے۔ پہلے جانتا ہوتا تو میں اپنے ساتھ قربانی نہ
لاتا۔ اور حج کو عمرہ کر دیتا۔ پس تم میں سے جس کے ساتھ قربانی
نہیں۔ وہ احرام اتار دے۔ اور حج کو عمرہ کر دے۔ یہ سُن کر سُراقہ
بن مالک بن جعشم کھڑے ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ صلے
اللہ علیہ وسلم کیا یہ حکم اس سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے
ہے۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک ہاتھ کی
انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالیں اور دو دفعہ فرمایا
کہ حج میں عُمرہ داخل ہوا اس سال کے لئے نہیں۔ بلکہ ہمیشہ کے
لئے ایسا ہی ہے۔ اتنے میں حضرت علیؓ یمن سے بہت سے
اونٹ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لائے۔ رسول اللہ صلی اللہ

العمرة حتى اذا اتينا البيت معه استلم الركن فرمل ثلاثا ومشى اربعاً
ثم تقدم الى مقام ابراهيم فقرأ واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى
فجعل المقام بينه وبين البيت فكان ابى يقول ولا اعلمه ذكره الا عن
النبى صلى الله عليه وسلم كان يقرأ فى الركعتين قل هو الله احد وقل يايها
الكافرون ثم رجع الى الركن فاستلمه ثم خرج من الباب الى الصفا فلما دنا من
صفا قرأ ان الصفا والمروة من شعائر الله ابدا بما بدء الله به

علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ جب تم نے حج کا ارادہ کیا تھا تو کیا کہا تھا۔ انہوں نے جواب میں عرض کی کہ میں نے یہ کہا تھا۔ کہ اے خدا جس کا احرام تیرے رسول اللہ نے باندھا ہے اس کا احرام ہی میں باندھتا ہوں اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس تو قربانی ہے۔ پس تم بھی احرام نہ کھولو۔ جابرؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ جو اونٹ حضرت علیؓ یمن سے لائے تھے۔ اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لائے تھے۔ ان کی مجموعی تعداد ایک سو تھی۔ پس لوگوں نے احرام کھول دیا اور اپنے بال کتروائے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسے لوگوں نے جن کے ساتھ قربانی تھی۔ احرام نہ کھولا۔ پس جب یوم ترویہ ۸ ذی الحجہ آیا تو لوگ منیٰ کی طرف چلے اور صحابہؓ نے حج کا احرام باندھا اور رسول اللہ

فبدأ بالصفا فرقی علیہ حتی رای البیت فاستقبل القبلۃ فوحد اللّٰہ وکبرہ وقال لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر لا الہ الا اللّٰہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ ثم دعا بین ذالک فقال مثل ھذا ثلث مرات ثم نزل الی مروۃ حتی انصبت قدماہ فی بطن الوادی سعی حتی اذا صعدتا

صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے منیٰ میں پہنچ کر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء اور فجر کی نماز ادا کی پھر تھوڑی دیر ٹھہرے۔ اتنے میں سورج نکل آیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ خیمہ کو جو بالوں کا بنا ہوا تھا آپ کے لئے وادی نمرہ میں کھڑا کیا جائے۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلے اور قریش کا گمان تھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مشعر الحرام کے نزدیک کھڑے ہونگے۔ کیونکہ ایام جاہلیت میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں پہنچے۔ اور دیکھا کہ ان کے لئے نمرہ میں خیمہ لگا ہوا ہے۔ پس آپ اس میں فروکش ہوئے۔ جب

مشی حتیٰ اتی المروۃ ففعل علی المروۃ کما فعل علی الصفا حتی اذا کان اٰخر طواف فقال لو انی استقبلت من امری ما استدبرت لم اسق الھدی وجعلتھا عمرۃ فمن کان منکم لیس معہ ھدی فلیحل ولیجعلھا عمرۃ فقام سراقۃ بن مالک بن جعشم فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العامنا ھذا ام لابد فشبک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصابعہ واحدۃ فی الاخری وقال دخلت العمرۃ فی الحج مرتین لا بل لابد ابد ابد وقدم علیؓ من الیمن ببدن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجد فاطمۃ ممن

دوپہر ڈھلی تو آپ نے اپنی سانڈنی کے لانے کا حکم دیا۔ جو آپ کے لئے تیار کی گئی۔ جب نشیب وادی میں پہنچے تو آپ نے لوگوں کو وعظ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ تمہارے خون تمہارے اموال تمہارے پر حرام ہیں۔ اسی طرح حرام ہیں۔ جس طرح کہ اس شہر میں اس مہینہ کے اندر یہ آج کا دن حرمت والا ہے۔ بیشک زمانہ جاہلیت کی ہر ایک چیز میرے قدموں کے نیچے رکھی گئی ہے۔ اور جاہلیت کے خون بھی موقوف کئے گئے ہیں۔ اور اپنے خونوں میں سے جو پہلا خون میں معاف کرتا ہوں۔ وہ ابن ربیعہ بن حارث کا خون ہے۔ جس نے بنی سعد میں دودھ پیا تھا۔ اور جس کو ہذیل نے قتل کر دیا تھا۔ اور ربا جاہلیت

حلت ولبست ثیابا صبیغا واکتحلت فانکر علیها ذلک فقالت ان ابی امرنی بهذا قال فکان علی یقول بالعراق فذهبت الی رسول الله صلی الله علیه وسلم محرشا علی فاطمة للذی صنعت مستفتیا لرسول الله صلی الله علیه وسلم فیما ذکرت عنه فاخبرته انی انکرت ذالک علیها فقال صدقت صدقت ماذا قلت حین فرضت الحج قال قلت اللهم انی اهل بما اهل به رسولک

کا سود بھی موقوف کیا جاتا ہے۔ اور اپنے سودوں میں سے جو پہلا سود میں معاف کرتا ہوں۔ وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ پس وہ موقوف کیا گیا ہے۔ تم سب عورتوں کے حقوق کے متعلق خدا سے ڈرو۔ تم نے ان کو خدا سے امانت لیا ہے۔ اور خدا کے حکم کے ساتھ ان کی شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ نہ آنے دیں کسی کو بچھونے پر جس کو تم برا سمجھتے ہو۔ اور اگر وہ ایسا کریں۔ تو تم ان کو بغیر سختی کے مارو اور ان کا حق تم پر یہ ہے۔ کہ تم ان کو حسب حیثیت کھانا کپڑا دو۔ اور میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز چھوڑ جاتا ہوں۔ کہ تم اس پر کاربند ہوگے۔ تو کبھی گمراہ

قال فان معی الهدی فلا نحل قال فکان جماعة الهدی الذی قدم به علیؓ من الیمن والذی اتی به النبی صلی الله علیه وسلم مائهٗ قال فحل الناس کلهم وقصروا الا النبی صلی الله علیه وسلم ومن کان معه هدی فلما کان یوم الترویة توجهوا الی منا فاهلوا بالحج ورکب رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی بها الظهر والعصر والمغرب والعشاء والفجر ثم مکث قلیلا حتی اطلعت الشمس و

نہ ہوگے ۔ وہ چیز قرآن مجید ہے ۔ اور میری بابت تم سے سوال کیا جائیگا ۔ تم کیا جواب دوگے صحابہؓ نے عرض کی کہ ہم شہادت دیں گے بیشک خدا کا پیغام پہنچا دیا ۔ اور اپنی امانت کو ادا کیا ۔ اور نصیحت کردی ۔ اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا ۔ اور پھر لوگوں کی طرف جھکایا ۔ اور تین مرتبہ کہا ۔ کہ یا الٰہی گواہ رہ پھر حضرت بلالؓ نے آذان دی اور تکبیر کہی ۔ اور پھر نماز ظہر ادا کی اس کے بعد تکبیر کہہ کر نماز عصر ادا کی اور ان دونوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوار ہوکر میدان عرفات کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اپنی اونٹنی (قصوری) کا پیٹ پتھروں کی طرف کیا

امر بقبۃ من شعر تضرب له بنمرۃ فسار رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ولا تشک قریش الا انه واقف عند المشعر الحرام کما کانت قریش تصنع فی الجاهلیۃ فاجاز رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم حتی اتی عرفۃ فوجد القبۃ قد ضربت له بنمرۃ فنزل بها حتی اذا زاغت الشمس امر بالقصواء فرحلت له فاتی بطن الوادی فخطب الناس وقال ان دماءکم واموالکم حرام علیکم کحرمۃ یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا

اور جبل شاۃ (ایک پہاڑی کا نام) کو اپنے آگے کیا۔ اور قبلہ رُخ کھڑے ہوئے۔ اور غروب آفتاب تک وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ زردی بھی جاتی رہی۔ پھر اسامہؓ کو اپنے پیچھے سوار کرکے جلدی جلدی چلے اور مزدلفہ پہنچے یہاں ایک ہی اذان مگر دو تکبیروں سے نماز مغرب و عشا ادا کی۔ اور ان کے درمیان کوئی نماز وغیرہ نہیں پڑھی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لیٹ گئے یہاں تک کہ صبح ہوئی۔ پھر آپ نے ایک اذان کے ساتھ نماز فجر اس وقت ادا کی کہ صبح خوب روشن ہو چکی تھی۔ پھر آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گئے۔ اور مشعر الحرام میں پہنچے۔ قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ تعالٰے سے دُعا کی اور اس کی تکبیر و تحمید کی۔ اور لا الٰہ الا اللہ پڑھا۔ اور جب تک

الا کل شیئ من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوع ودماء الجاھلیۃ موضوع وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ من الحارث کان مسترضعًا فی بنی سعد فقتلتہ ھذیل وربا الجاھلیۃ موضوعۃ واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن المطلب فانہ موضوع کلہ فاتقوا اللّٰہ فی النساء فانکم اخذتموھن بامان اللّٰہ واستحللتم فروجھن بکلمۃ اللّٰہ ولکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم احدًا تکرھونہ فان فعلنا

کہ خوب روشنی نہ ہوئی ٹھہرے رہے۔ پھر سورج نکلنے سے پہلے فضل بن عباسؓ کو پیچھے سوار کر کے بطن محسر میں پہنچے پھر اپنی سواری کو تھوڑی سی حرکت دی اور پھر بیچ کے رستہ سے جو جمرۃ الکبرے تک پہنچتا ہے۔ روانہ ہوگئے پس اس جمرہ کے پاس پہنچے۔ جو درخت کے قریب ہے۔ یہاں اس پر سات کنکریاں تکبیر کہتے ہوئے پھینکیں یہ کنکریاں حذف کی کنکریوں کی طرح تھیں۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وادی کے درمیان میں سے ان کو پھینکا تھا۔ پھر قربان گاہ کی طرف واپس ہوئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے تریسٹھ اونٹ ذبح کئے۔ اور باقی حضرت علیؓ کو دیئے۔ انہوں نے ان کو ذبح کیا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی میں حضرت علیؓ کو شریک

ذلك فاضربوهن ضربا غير مبرح ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف وقد تركت فيكم ما لن تضلوا بعده ان اعتصمتم به كتاب الله وانتم تسألون عني فما انتم قائلون ۔ قالوا نشهد انك قد بلغت وأديت ونصحت فقال باصبعه السبابة يرفعها الى السماء وينكتها الى الناس اللهم اشهد اللهم اشهد ثلث مرات ثم اذن ثم اقام فصلى الظهر

کیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر ایک اونٹ میں سے ایک ایک ٹکڑا لیا جائے۔ چنانچہ ان کو ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا۔ اس گوشت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ نے کھایا۔ اور شوربا پیا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی طرف آئے اور طواف کیا۔ اور آپؐ نے نماز ظہر مکہ میں پڑھی پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم... عبدالمطلب کی اولاد کے پاس آئے جو زمزم کا پانی پلا رہے تھے۔ اور فرمایا کہ اے عبدالمطلب کی اولاد پانی کھینچو۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا۔ کہ لوگ تمہارے پانی پلانے پر غلبہ حاصل کرینگے تو میں خود پانی کھینچتا۔ پس انہوں نے ایک ڈول پانی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیا۔ اور آپ نے اس میں سے پیا۔

ثم اقام فصلى العصر ولم يصل بينهما شيئا ثم ركب رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى اتى موقف فجعل بطن ناقته القصوء الى الصخرات وجعل حبل المشاة بين يديه واستقبل القبلة فلم يزل واقفا حتى غربت الشمس وذهبت الصفرة قليلا حتى غاب القرص واردف اسامة خلفه ودفع رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد شنق للقصوء الزمام حتى ان راسها ليصيب مورك رحله ويقول بيده اليمنى

مندرجہ بالا حدیث نبویؐ سے مفصلہ ذیل مسائل حج کے متعلق مستنبط ہوتے ہیں۔

۱۔ اگر قربانی ساتھ نہ لائی جائے تو طواف کعبہ اور سعی صفا و مروہ وغیرہ شعائر پورا کرنے سے عمرہ ہو جاتا ہے۔

۲۔ اگر قربانی ساتھ ہو تو پھر تمام شعائر حج پورے کرنے چاہئیں۔

۳۔ قربانی کو اپنے ہاتھ سے کرنا مسنون ہے۔

۴۔ قربانی کا گوشت کھانا بھی مسنون ہے۔

۵۔ حجر اسود کو بوسہ دینا بھی مسنون ہے

۶۔ چاہِ زمزم کا پانی پینا مسنون ہے۔

۷۔ عورت اگر نفاس میں ہو تو غسل کر کے اور لنگوٹ باندھ کر احرام باندھ سکتی ہے۔

یا ایھا الناس السکینۃ السکینۃ کلما اتی حبلاً من الجبال ارخی لھا قلیلاً حتی تصعد حتی اتی المزدلفۃ فصلی بھا المغرب والعشاء باذان واحد واقامتین ولم یسبح بینھما شیئاً ثم اضطجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی طلع الفجر فصلی الفجر حین تبین لہ الصبح باذان واقامۃ ثم رکب القصواء حتی اتی المشعر الحرام فاستقبل القبلۃ فدعاہ وکبرہ

دسواں باب

عید الضحےٰ

قربانی

جو تعلق عید الفطر کو رمضان المبارک سے ہے وہی تعلق عید الضحیٰ کو حج بیت اللہ شریف سے ہے۔ عید الفطر اس خوشی میں منائی جاتی ہے کہ مسلمان فریضہ روزہ کو ادا کر چکے ہیں اور عید الضحیٰ اس خوشی میں منائی جاتی ہے کہ حاجی حج کے فرض سے عہدہ برآ ہوئے۔ اس میں شک نہیں

وهلله ووحده فلم يزل واقفا حتى اسفر جدا فدفع قبل ان تطلع الشمس وأردف الفضل بن عباس وكان رجلا حسن الشعر ابيض وسيما فلما دفع رسول الله صلى الله عليه وسلم مرت ظعن يجرين فطفق الفضل ينظر اليهن فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده على وجه الفضل فحول الفضل وجهه الى الشق الآخر

کہ اس سے زیادہ خوشی کا دن ایک مسلمان کے لئے کیا ہو سکتا ہے۔ کہ وہ خدا کے فرائض ادا کر کے ان سے سبکدوش ہو ذوالحج میں جس طرح حاجی عرفات میں اس شکریہ میں کہ خدا تعالےٰ نے ان کو حج کے ختم کرنے کی توفیق دی قربانی کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے ممالک میں بھی ان کے مسلمان بھائی جو حج کی نعمت سے محروم ہوتے ہیں، اپنے حاجی بھائیوں کے ساتھ کم از کم قربانی میں شریک ہو جاتے ہیں اور اپنے گھروں میں قربانیاں کرتے ہیں۔ یہ قربانی بھی حج کی طرح حقیقت میں حضرت ابراہیمؑ کی سنت قدیمہ کی ایک یادگار ہے حضرت ابراہیمؑ کو رؤیا میں دکھایا گیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو اپنے ہاتھ سے ذبح کر رہے ہیں چونکہ نبی کی رؤیا بھی وحی ہوتی ہے اسلئے حضرت ابراہیمؑ نے اس حکم خداوندی کی تعمیل کا عزم کر لیا

ینظر فحول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدہ من الشق الآخر علی وجہ الفضل فصرف وجہہ من الشق الآخر ینظر حتی اتی بطن محسر فحرک قلیلا ثم سلک الطریق الوسطی التی تخرج علی الجمرۃ الکبری حتی اتی الجمرۃ التی عند الشجرۃ فرماہا بسبع حصیات منہا مثل حصی الخذف رمی من بطن الوادی ثم انصرف الی المنحر فنحر ثلث وستین بیدہ ثم اعطی علیا فنحر ما غبر واشرکہ فی ہدیہ ثم امر من کل بدنۃ ببضعۃ فجعلت فی قدر فطبخت فاکلا من لحمہا وشربا من

یکبر مع کل حصاۃ

اور اپنے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں تمہارا کیا ارادہ ہے۔ بیٹا بھی آخر اسی باپ کا بیٹا تھا جس کو خدا تعالےٰ نے خلعت نبوت پہنایا تھا۔ اس نے کہا کہ ابا جان جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے۔ اس کی تعمیل کیجئے انشاءاللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے باہر لے گئے۔ اور حضرت اسماعیلؑ کے گلے پر چھری پھیرنے کو ہی تھے کہ پھر وحی ہوئی کہ بس ابراہیمؑ تم اپنے امتحان میں پورے اُترے۔ اور تم نے اپنا خواب سچا کر کے دکھا دیا۔ اب بیٹے کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں غرض حضرت ابراہیمؑ کا یہ احسان نسل انسانی پر ہمیشہ رہیگا کہ انہوں نے انسانی قربانی کو موقوف کر دیا۔ قرآن مجید میں یہ

اردتها ثم رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فافاض الی البیت فصلی بمکۃ الظہر فاتی بنی عبد المطلب یسقون علی زمزم فقال انزعوا یا بنی عبد المطلب فلولا ان یغلبکم الناس علی سقایتکم لنزعت معکم فناولوہ دلوا فشرب منہ ۱۲

تمام قصہ یوں بیان ہوا ہے۔

فلما بلغ معہ السعی قال یا بنی انی اریٰ فی المنام انی
اذبحك فانظر ماذا تریٰ قال یا ابت افعل ما تؤمر
ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین فلما اسلما وتلہ للجبین
ونادینٰہ یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذٰلك
نجزی المحسنین ان ھٰذا لھو البلٰؤ المبین وفدینٰہ بذبح
عظیم وترکنا علیہ فی الاٰخرین سلام علیٰ ابراھیم ۝

"جب اسماعیلؑ کی عمر اس قدر ہوگئی کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ کام کاج کرنے لگے۔ تو ابراہیمؑ نے کہا۔ کہ اے میرے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں۔ کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ اس نے کہا کہ ابا جان جو کچھ آپ کو حکم ہوا ہے۔ وہی کیجئے مجھے آپ انشاء اللہ صابرین میں سے پائیں گے پس جب ان دونوں نے خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا تو ابراہیمؑ نے اسماعیلؑ کو ماتھے کے بل نیچے گرایا۔ اس وقت ہم نے آواز دی اے ابراہیمؑ تم نے اپنا خواب سچا کر کے دکھا دیا۔ ہم نیک عمل کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں بلاشبہ یہ ایک کھلا امتحان تھا اور ہم نے بڑی قربانی کے

ساتھ حضرت اسماعیلؑ کا فدیہ دیا۔ اور ہم نے آئندہ نسل میں
ان کا نام نیک چھوڑ دیا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے اس اعلیٰ درجہ کے
ایثار کی یادگار میں آج تمام روئے زمین پر قربانیاں ہوتی ہیں
اور قرآن مجید نے بھی اسی عالمگیر قربانی کو ذبح عظیم کے نام سے
یاد کیا ہے۔

غیر مذاہب اسلام پر علی العموم اعتراض کیا کرتے ہیں۔
کہ قربانی سے خدا تعالےٰ کو کیا تعلق ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ
کا کیا بڑھ جاتا ہے۔ مگر یہ نادانی ہے۔ ہم جتنی عبادات کرتے
ہیں۔ ان سے غرض محض اپنے قویٰ جسمانی و روحانی کی تربیت
ہے۔ خدا کا کسی عبادت سے بھی کچھ نہیں بڑھتا اس قربانی
سے بھی خدا کا کچھ فائدہ نہیں مگر ہم کو حضرت ابراہیمؑ
کی مثال سے جس کو تازہ کرنے کے لئے ہم یہ قربانی
کرتے ہیں، یہ سبق ملتا ہے۔ کہ ہم ان ہی کی طرح خدا
کی راہ میں ایثار اور جانفروشی سیکھیں۔ بیٹے سے زیادہ
کوئی اور چیز ایسی عزیز نہیں ہوتی۔ مگر حضرت ابراہیمؑ
کا عشق الٰہی قابل داد ہے کہ آپ خدا کی محبت

ہیں ایسے فناہ ہیں کہ خدا کے حکم کے سامنے بیٹے
کی محبت کو قربان کر دیتے ہیں۔ اور اپنے نورِ عین کو
اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہیں۔ پھر
بیٹا بھی ایسا سعادت مند ہے۔ کہ خدا کی راہ میں اپنی جان
دینے سے انکار نہیں کرتا۔ یہ وہ ایثار ہے۔ یہ وہ عشق ہے
یہ وہ حقیقی محبّت ہے۔ یہ وہ اطاعت ہے جس کے حاصل
کرنے کے لئے ہم قربانی کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید نے
بھی صاف لفظوں میں فرما دیا ہے۔ کہ قربانی کا گوشت و
پوست تو خدا تعالےٰ تک نہیں پہنچتا۔ ہاں تقوےٰ خدا تک
پہنچتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماءھا ولکن ینالہ التقوٰی منکم

"قربانی کا گوشت اور خون تو خدا تک نہیں پہنچتا۔ مگر تقویٰ تمہارا
خدا کو منظورِ نظر ہے"۔ اس آیت شریفہ سے ثابت ہے۔ کہ
قربانی سے بھی مدّ نظر وہی تقویٰ ہے۔ جو تمام احکام شریعت
کی اصلی غرض ہے۔

غرض قربانی سے ہم عملی طور پر یہ سبق سیکھتے ہیں۔ کہ جس
طرح ایک جانور کو جس پر ہمارا قبضہ عارضی اور غیر حقیقی ہے

ہم اپنی مرضی سے نیچے گراکر ذبح کرتے ہیں ۔اسی طرح اگر ہمارا مالک ہم کو کوئی حکم دے تو ہم کو بھی اس کے حکم کے سامنے تمام نفسانی خواہشات تمام نفسانی جذبات کو قربان کر دینا چاہیئے ۔بلکہ اگر جان بھی مانگے تو اس سے بھی دریغ نہ ہو ے

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

قربانی کا رواج پہلی قوموں میں

تاریخ دنیا پر اگر نظر کی جائے ۔تو قربانی کی رسم کسی نہ کسی صورت میں قدیم سے ہر ایک متمدن ملک میں پائی جاتی رہی ہے مؤرخین نے قربانی کی اصلیت اور ابتدا دریافت کرنے میں بہت سی دماغ سوزی کی ہے ۔مگر آخر وہ اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ قربانی کی ابتدا اور اس کے آغاز کی حقیقت ابھی تک متحقق نہیں ہوئی ۔ عام تصوری یہ ہے ۔کہ قربانی پہلے پہل محض خدا، اعلیٰ ہستی یا دیوتا کی خدمت میں بطور

نذر پیش کی جاتی تھی پھر تبدیلی خیالات سے یہ بھی ایک عبادت سمجھی جانے لگی۔ اور اس کے بعد یہ خیال پیدا ہو گیا کہ قربانی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے۔

قربانی کا دستور تقریباً روئے زمین کے تمام ممالک اور تمام اقوام عالم میں پایا جاتا ہے۔ اور جن ممالک میں قربانی نہیں کی جاتی ان میں بھی اس کا خیال کسی دوسری صورت میں پایا جاتا ہے چنانچہ جرمنی، آسٹریلیا اور گونمن لینڈ میں قربانی بایں ہیئت کذائی نہیں جس طرح دوسرے ممالک میں جانور کو ذبح کر کے کی جاتی ہے۔ مگر پھر بھی قربانی کا خیال وہاں کے باشندوں کے دماغ میں بھی جاگزیں ہے۔ انسائیکلوپیڈیا برطانی کا جلد ۲۳ صفحہ ۹۸۱ میں ہے۔

اگرچہ آسٹریلیا میں قربانی رائج نہیں لیکن پھر بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ وہاں ایسی رسوم پائی جاتی ہیں۔ جن سے ہم کسی نہ کسی صورت کی قربانی کا خیال منسوب کر سکتے ہیں۔ جس طرح کہ جرمن دہقان فصل کے آخری بالیں دودان کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح آسٹریلیا کا سیاہ فام باشندہ اگر کچھ شہد اسے مل جائے۔ تو اس

میں سے ایک حصہ نذر کر دیتا ہے۔ شمالی ویلز میں دریائی گھنگے اور برچھیاں دیوتاؤں کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں کوئین لینڈ میں وہ چمڑا پیش کیا جاتا ہے۔ جو زخم کے وقت اُتر جاتا ہے۔

یونان اور روما میں قربانی

ملک یونان اور اس کی نوآبادیوں میں عام طور پر مصیبت کو دُور کرنے کے لئے انسانی قربانی کی جاتی تھی۔ چنانچہ ایتھنز (دارالخلافہ یونان) کے لوگ ایسے اشخاص کی ایک جماعت رکھتے تھے۔ جو اپنی ذات برادری میں سے نکالے گئے ہوتے تھے۔ جب کوئی قومی مصیبت آن پڑتی تو اس جماعت میں سے دو آدمیوں کو انتخاب کر لیتے تھے۔ ایک عورتوں کی طرف سے ایک مردوں کی طرف سے۔ اور ان دونوں کو پھر شہر سے باہر لے جا کر سنگسار کر دیتے تھے۔ تھار جیلیا میں ہر سال دو آدمی اسی طرح قربان کئے جاتے تھے۔ انسانی قربانی کے علاوہ حیوانی قربانیاں بھی رائج تھیں۔ ارگو پولس (نام مندرِ

میں ہر سال بکرے کی قربانی کی جاتی تھی ۔اسی طرح روما میں بھی انسانی اور حیوانی قربانیوں کا رواج تھا۔

مصر میں قربانی

مصر میں قربانی کے متعلق ابھی تک کچھ زیادہ تحقیقات نہیں ہو سکی ۔ مگر تصاویر کی شہادت سے جو کچھ پتہ ملتا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ دیر البحری میں ایک جانور کو اسی طرح ذبح کیا جاتا تھا ۔جس طرح مسلمان کرتے ہیں اور جانور کی ٹانگیں پیچھے باندھ دی جاتی تھیں ۔ ذبح کرنے کے بعد اس کا دل اور کلیجہ نکال دیا جاتا تھا۔ یقینی قربانی کا رواج مصر میں ثابت نہیں

ہندوستان میں قربانی

حیوانی قربانی تو عموماً ہندوستان میں اس طرح ہوتی تھی ۔جس طرح اوپر بیان ہو چکا ہے ۔ مگر انسانی قربانی کی

یہاں ایک صورت ستی ہونے کی بھی تھی ۔اس صورت میں بیوہ عورت اپنے شوہر کی چتا پر چڑھ کر زندہ جل جاتی تھی۔

افریقہ میں قربانی

مغربی افریقہ میں بہت سی طرح کی قربانیوں کا رواج ہے۔سالانہ رسوم کے موقعہ پر جسے ڈاہومی کہتے تھے اور جواب متروک ہے۔سینکڑوں انسانی ہستیاں مذبح پر قربان ہو جاتی تھیں۔ان کے ہاں قربانی کرنے کا طریق یہ تھا کہ جس کو ذبح کرنا ہوتا تھا۔اسے پہلے قید میں رکھا جاتا تھا۔اور خوب کھلایا پلایا جاتا تھا۔جب اسے قربان گاہ کی طرف لے جاتے تھے۔تو لوگ اس پر اپنے سر رکھتے تھے۔تاکہ ان کے گناہ اُتر جائیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اُن کے ہاں قربانی کفارہ خیال کی جاتی تھی۔اہل افریقہ کے ہاں قربانی کا خون دیوتا کو چڑھایا جاتا تھا آج کل بھی افریقہ میں حیوانی قربانیاں ہوتی ہیں۔جن کو یا تو

جلا دیا جاتا ہے یا پانی میں غرق کر دیا جاتا ہے۔

امریکہ میں قربانی

امریکہ کے اصلی باشندوں میں قربانی کی رسم مقابلتاً بہت کم رواج پذیر ہوئی ہے۔ مگر "پانیز" کے ہاں ایک رسم قربانی ہے جس میں وہ ستارہ صبح کے سامنے انسانی قربانی کرتے تھے۔ قربانی کا خون کھیتیوں پر چھڑکا جاتا تھا۔ حیوانی قربانی بھی رائج تھی۔ اور لوگ اپنے گناہ اُن کی طرف منتقل کرتے تھے۔

میکسکو میں انسانی قربانی کا رواج اس قدر تھا کہ سال بھر میں کم از کم ۲۰ ہزار آدمی اس بھینٹ چڑھتے تھے۔ جن انسانوں کو قربان کیا جاتا تھا۔ ان کو متبرک خیال کیا جاتا تھا۔ قربانی کا دل دیوتا کی نذر ہوتا تھا۔ جسم کا گوشت پیشوایانِ مذہب اور رؤسا کھاتے تھے۔ اور سر پہلی قربانیوں کے ساتھ محفوظ رکھا جاتا تھا۔

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہو گیا ہو گا۔ کہ قربانی کی رسم ایک عالمگیر رسم ہے۔ قرآن مجید نے بالکل صحیح فرمایا ہے

لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ
مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ط

ہر ایک قوم کے لئے ہم نے عبادت کے طریق مقرر کر دیئے ہیں۔ کہ وہ چوپاؤں پر جو اللہ تعالےٰ نے ان کو دے رکھے ہیں! خدا کا نام لیں۔ خدا کی ہستی سے انکار کرنے والے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ہنسی اڑانے والے ذرا غور کریں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا امی شخص جو اور قوموں کی تاریخ تو کیا خود اپنی قوم کی تاریخ سے نابلد ہے جس نے کتاب کا ایک حرف نہیں پڑھا کسی طرح تمام عالم کے واقعہ کے متعلق اس تحدّی سے اعلان کر سکتا ہے۔ اس سے خدا کے علم کا پتہ لگتا ہے۔ اور ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید فی الواقعہ اس ہستی کا کلام ہے۔ جس کا علم تمام دنیا پر محیط ہے۔

اسلام کی قربانی کا امتیاز خصوصی

مندرجہ بالا سوالوں سے یہ امر تو صاف ظاہر ہے کہ اقوام عالم میں قربانی علی العموم کفارہ کے مترادف سمجھی جاتی ہے۔ مگر اسلام

کی قربانی کسی کفارہ کی قائم مقام نہیں بلکہ اس سے غرض یہ ہے کہ قربانی کرنے والا خود اعمال حسنہ میں ترقی کرے۔ اور خدا کی برکات کو جذب کرے۔